Scanned by CamScanner

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت الشاہ امام احمد رضا خان قادری بریلوی قدس سرہ کے افکار کا حقیقی ترجمان

ماہنامہ جہانِ رضا لاہور

بانی مجلس رضا: حکیم اہلسنت حکیم محمد موسیٰ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ

بانی ماہنامہ: حضرت پیرزادہ اقبال احمد فاروقی رحمۃ اللہ علیہ

ایڈیٹر: محمد منیر رضا قادری رضوی عفی عنہ

جلد ۲۶۔ ستمبر ۲۰۱۸ء/ذی الحج محرم الحرام ۱۴۳۹ھ شمارہ: ۲۴۱

قیمت فی شمارہ: 30/- روپے، سالانہ چندہ 500/- روپے

مرکزی مجلس رضا

خط وکتابت، ترسیل زر اور ملنے کا پتا:

مسلم کتابوی، گنج بخش روڈ، دربار مارکیٹ، لاہور

Email;muslimkitabevi@gmail.com, 042-37225605, 0321-4477511

☆☆☆

حضورتاج الشریعہ............عرب وعجم کے داعی

(مفتی غلام جیلانی ازہری۔خلیفہ تاج الشریعہ)

ہندوستان کی معتبر تاریخ ''تاریخ فرشتہ'' میں ہے کہ نظام دنیا چلانے کے لئے بیک وقت ۳۱۵ اولیاء کرام موجود ہوتے ہیں، میں سمجھتا ہوں انہیں میں سے ایک حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ ہیں۔

ولادت: آپ کی پیدائش ۲۴ ذی القعدہ ....مطابق ۲۳ نومبر ۱۹۴۳ء محلّہ سوداگران بریلی شریف میں ہوئی۔ (تاج الشریعہ ایک جامع کمالات شخصیت)

آپ پیدائشی خوش نصیب تھے،اس لئے مشیت نے آپ کو علمی، نسبی اور حسبی گھرانے میں جلوہ گر کیا۔آپ کی رگوں میں صرف اعلیٰ حضرت کا خون ہی نہیں دوڑتا بلکہ مسام جسم کا پسینہ بھی علوم رضویہ کی خوشبو لے کر باہر آتا ہے۔

نسب نامہ: حضورتاج الشریعہ کا سلسلۂ نسب اعلیٰ حضرت کو دادا و نانا بناتے ہوئے صحابی رسول قیس ملک عبدالرشید تک جا پہنچتا ہے۔

علامہ اختر رضا خان ازہری، بن ابراہیم رضا، بن حامد رضا، بن امام احمد رضا، بن امام نقی علی خان، بن امام رضا علی خان، بن مولانا کاظم علی خان، بن مولانا شاہ محمد اعظم خان، بن مولانا محمد سعادت یار خان، بن شجاعت جنگ محمد سعید اللہ خان بہادر قندھاری، بن عبدالرحمٰن خان قندھاری، بن یوسف خان، بن دولت خان، بن بادل خان، بن داؤد خان، بن بریچ خان، بن شرف الدین، بن ابراہیم، بن سیدنا قیس ملک عبدالرشید صحابی رسول۔

(تحقیق شیخ محمد عبدالہادی القادری۔امام احمد رضا اکیڈمی ڈربن ساؤتھ افریقہ)

حضورتاج الشریعہ اعلیٰ حضرت کی تیسری اور صحابی رسول کی اٹھارویں نسل ہیں۔

جریان شرافت کا ذریعہ، چشمہ بھی دیکھیں:

آپ کے آباؤ اجداد میں دو ابراہیم ہیں ایک آپ کے والد صاحب، دوسرے حضرت عبدالرشید رضی اللہ عنہ کے بیٹے اور یہ دونوں ابراہیم صدقہ ہیں سب سے بڑے ابراہیم یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے جن کے بیٹے ہیں حضرت اسماعیل علیہ السلام ،اس لئے حضورتاج الشریعہ کا خاندانی نام محمد اسمٰعیل رضا ہے۔

تعلیم: ابتدائی تعلیم بریلی شریف میں حاصل کی،قرآن شریف والدہ ماجدہ سے اور درس نظامی منظر الاسلام سے،اعلیٰ تعلیم کے لئے ۱۹۶۳ء میں جامعہ ازہر مصر تشریف لے گئے یہاں تین سال تک کلیۂ اصول الدین میں رہ کر کمال علم حاصل کیا۔

(تاج الشریعہ ایک جامع کمال شخصیت)

یہ دنیا کی سب سے قدیم اسلامک یونیورسٹی ہے جہاں کے پڑھنے والے اپنے آپ کو ازہری لکھنے پر فخر محسوس کرتے ہیں، مگر ۴ مئی ۲۰۰۹ میں، میں خود جامعہ ازہر میں زیر تعلیم تھا۔ کلیہ دعوہ کے اے سی ہال میں ایک پروگرام ہوا جس کے بعد آپ کو الدرع الفخری نام کی چادر اوڑھا کر شیخ الازہر محمد سید طنطاوی علیہ الرحمہ نے فخر ازہر کا ایوارڈ دیا جب سے دنیائے سنیت حضورتاج الشریعہ کو فخر ازہر کے نام سے بھی یاد کرنے لگی۔

دعوتی سفر:

خانوادۂ رضا میں سب سے زیادہ آپ نے سفر فرمایا، تمام اسفار میں ایک مقصد مشترک تھا'' مسلک اعلیٰ حضرت کا تعارف حضورتاج الشریعہ کا سفر چاہے مرید کرنے کے لئے ہو یا نکاح پڑھانے کے لئے ،مناظرہ کے لئے ہو یا جلسہ و کانفرنس کے لئے ، یہ ضرور ارشاد فرماتے تھے کہ مسلک اعلیٰ حضرت ہی سچا مذہب ہے ۔شام، یمن، عراق، ترکی، افریقہ، سعودیہ، دبئی ، ماریشش، لنڈن، پاکستان اور سری لنکا وغیرہا نے بارہا آپ کی قدم بوسی کی ہے۔

حضور تاج الشریعہ میں:

۴ مئی ۲۰۰۹ء کی بات ہے جب طلبہ ازہر میں یہ خبر مشہور ہوگئی کہ کل حضور تاج الشریعہ کی تقریر ہوگی، یہ پروگرام کلیہ دعوہ کے اے سی ہال میں تھا، جب میں جلسہ گاہ میں گیا تو ایک پوسٹر پر نظر پڑی جو دیوار پر چپکا ہوا تھا جس میں لکھا تھا ''ممنوع التصویر'' یعنی حضور تاج الشریعہ کی ذات آج بھی تصویر کی حرمت کی قائل ہے۔ لہٰذا کوئی صاحب فوٹو نہ لیں، مگر حسن کو دیکھ کون عاشق بے قابو نہیں ہوتا۔

جونہی حضرت پروگرام ہال میں تشریف لائے، طلبہ نے فوٹو لینا شروع کر دیا، فوراً نقیب جلسہ نے اعلان کیا:

ایھا المتعلمون لا تتصوروا فان التصویر عن الشیخ حتی الآن حرام۔

''برائے مہربانی! آپ لوگ فوٹو نہ لیں کیونکہ حضور تاج الشریعہ کے ہاں تصویر کشی آج بھی حرام ہے''۔

یہ اعلان سن کر تمام طلبہء ازہر رک گئے، ہال میں دائیں بائیں کرسیوں پر ازہر یونیورسٹی کے بڑے بڑے مفتی اور ڈاکٹر بیٹھے ہوئے تھے۔ بیچ کرسی حضور تاج الشریعہ کے لئے خالی تھی، آپ نہایت ہی عالمانہ وقار اور داعیانہ شان وشوکت کے ساتھ جلوہ افروز ہوتے ہیں، فصحاء مصر اور علماء ازہر کی موجودگی میں فصیح عربی میں تقریر فرماتے ہیں، میں اس سوچ میں غرق ہوگیا کہ ان کی عربی کا یہ حال ہے تو اعلیٰ حضرت کی عربی کا کیا حال ہوگا، خیر۔ وہاں اخیر میں حضور تاج الشریعہ سے ایک سوال ہوا،

ماذا الفرقة البریلویة، بریلوی کس کو کہتے ہیں؟

حضور تاج الشریعہ فرماتے ہیں:

نحن قادریون مشربا وماتریدیون عقیدة و حنفیون مذھبا والمخالفون یقولون لنا البریلویة کما یقال اھل السنة و الجماعة الصوفیة فی حجاز ودمشق ومصر۔

''پیری مریدی کے حساب سے ہم لوگ قادری ہیں، عقیدہ کے اعتبار سے ماتریدی ہیں، مذہب کے حساب ہم لوگ حنفی ہیں، مخالفین ہمیں بریلوی کہتے ہیں جیسے حجاز، دمشق اور مصر وغیرہ میں مخالفین اہل سنت و جماعت کو صوفی کہتے ہیں۔

بریلوی: نام مخالفین کا دیا ہوا ہے، یہ ہم نے اولاً علامہ محمد احمد مصباحی سابق پرنسپل الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور سے سنا تھا مگر حجاز وغیرہ میں اہل سنت کو صوفی کہتے ہیں، یہ سن کر علم میں مزید اضافہ ہوا۔

حضور تاج الشریعہ صاحب علم لدنی تھے:

یہ بھی مصر کی بات ہے ۲۰۰۹ء میں میں نے مرکز فجر جوائن کیا، یہ قاہرہ میں سلفیوں کا عربی کوچنگ سنٹر ہے۔ کرتا پاجامہ دیکھ کر سلفی ٹیچر سمجھ گیا غلام جیلانی صوفی ہے۔

سلفی ٹیچر نے کہا: یا غلام ھل لدیك رجل صاحب العلم الدنی، غلام جیلانی تمہاری نظر میں کوئی ایسا آدمی ہے جس کے پاس علم لدنی ہو؟

قلت: نعم، میں نے کہا ہاں ہے نا۔

سلفی ٹیچر: من ھو، وہ کون ہے؟

قلت: کان ھو اختر رضا من علماء الازھر الشریف میں نے کہا وہ اختر رضا الازہری ہے۔

سلفی ٹیچر: کیف تعرف۔ تمہیں کیسے پتہ چلا؟

قلت: کان یخطب فی بلاد الغرب باللغة الاردیة فقال الناس ـ

we cannot understand Urdu language please in English.

ففکر شیئا ثم بدئا خطابه فیخطب باللغة الانجلیزیة فصیحا بلیغا

فھذا یدل علی انه صاحب العلم اللدنی۔

میں نے کہا: وہ ویسٹن کنٹری میں اردو میں تقریر کر رہے تھے، لوگوں نے کہا، حضور ہم

اردو نہیں جانتے، برائے مہربانی انگلش میں خطاب فرمائے۔حضور تاج الشریعہ نے تھوڑی دیر غور وفکر کیا، اس کے بعد فصیح و بلیغ انگلش میں تقریر فرمائی، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ حضور تاج الشریعہ کے پاس علم لدنی ہے۔

سلفی ٹیچر نے کہا: ممکن هو اخذ لغة انجليزية۔ ہوسکتا ہے انہوں نے انگلش پڑھا ہو۔

قلت: لم یخطب قط قبل هذا مثله۔ میں نے کہا انہوں نے اس سے پہلے کبھی اس انداز میں تقریر نہیں فرمائی، کسی بھی زبان کا پڑھنا اور بولنا اور، اچانک اس طرح تقریر فرمانا یہ علم لدنی کو بتاتا ہے۔

یہ سن کر سلفی ٹیچر خاموش ہوگیا (یہ واقعہ ناچیز نے علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ کی کتاب میں پڑھا ہے۔ نام فی الوقت یاد نہیں ہے)

حضور تاج الشریعہ کی حق گوئی:

پوربندر گجرات میں آپ اکثر دورہ فرمایا کرتے تھے، میری نظر میں یہ گجرات کا واحد ایسا شہر ہے جہاں کے باشندے سب کے سب سنی ہیں۔

۲۰۰۰ء سے ۲۰۰۳ء تک ناچیز خود دارالعلوم غوث اعظم میں اپنے مشفق استاذ مفتی آل مصطفےٰ علیہ الرحمہ کی موجودگی میں زیر تعلیم تھا۔ مجھے کچھ معتبر لوگوں نے بتایا جو وہاں جلسہ میں موجود تھے۔ جلسہ شباب پر تھا، دوران تقریر ایک مقرر نے کہا: اشرفیہ مبارکپور صلح کلی ہوچکا ہے، وہاں اب چندہ نہ دیں۔ جب حضور تاج الشریعہ نے خطاب فرمانا شروع کیا تو علی الاعلان فرمایا:

"اشرفیہ کل بھی ہمارا تھا، آج بھی ہمارا ہے اور کل بھی ہمارا رہے گا"۔ (ان شاءاللہ)

ایسے ہی ممبئی میں تقریر کے دوران ایک مشہور خطیب نے کہا: اصلی سید وہ ہے جن کی رگوں کے خون سے اعلیٰ حضرت کی محبت کی بوآتی ہو۔ جب حضور تاج الشریعہ کے پاس مائک آیا تو

آپ نے فرمایا:

"انہوں نے (خطیب) جو کہا ہے، اس کے ذمہ دار یہ خود ہیں میں اس سے بری ہوں"۔

حضور تاج الشریعہ پر اللہ کا خصوصی فضل تھا آخری عمر تک آپکی موجودگی میں کوئی خلاف شرع کام کر کے آپ کی خاموشی کو رضا کا نام دے کر ناجائز فائدہ نہیں اٹھا پاتا تھا۔

حضور تاج الشریعہ کا تبحر علمی:

تقریباً ۲۰۱۶ء میں بریلی شریف میں سیمینار چل رہا تھا، ہندوستان کے اجلہ علماء بشمول علامہ ضیاء المصطفےٰ، علامہ عاشق الرحمٰن اور مفتی آل مصطفےٰ دام ظلہم آسمان بریلی کے علمی افق پر جگمگا رہے تھے۔ بحیثیت فیصل حضور تاج الشریعہ سیمینار ہال میں تشریف لانے والے تھے۔ فیصلہ کی کاپی حضور محدث کبیر کے ہاتھ میں تھی، مفتی آل مصطفےٰ صاحب امجدی گھوسی والے ایک اشکال پیش فرمارہے تھے، کہ ایسا کافر جو ذمی ہو نہ مستامن، اس پر حضور محدث کبیر نے فرمایا "حربی کافر" جو ذمی ہو نہ مستامن وہ حربی ہے۔ مفتی آل مصطفےٰ صاحب نے عرض کیا: اس پر حربی کی تعریف صادق نہیں آرہی ہے۔

اب حضور تاج الشریعہ کا تبحر علمی دیکھیں، آپ فرماتے ہیں: "ایسے کافر کو غیر مسلمانان زمانہ کہتے ہیں"۔

اس پر مفتی آل مصطفےٰ صاحب کچھ بولنا چاہ رہے تھے، پھر خاموش ہوگئے۔ شاید حربی کی جگہ غیر مسلمانان زمانہ سے ان کا اشکال دور ہوگیا۔

دخول کعبہ پر اعتراض اور اس کا جواب:

۱۔شعبان المعظم ۱۴۳۴ھ مطابق ۱۰۔جون ۲۰۱۳ء بروز پیر کو ۶ بج کر ۵ منٹ پر آپ کعبہ شریف کے اندر داخل ہوئے (تاج الشریعہ ایک جامع کمالات شخصیت) میری نظر میں ۱۵ ویں صدی ہجری کی ہندوستان میں یہ واحد شخصیت ہے جسے اللہ نے اپنے گھر کا مہمان بنایا۔

بالاسوراڑیسہ میں ہرسال بڑی دھوم دھام سے محرم کے موقع پرلوگ یادحسین کانفرنس مناتے ہیں۔

۲۰۱۵ء میں ناچیزاس کاخصوصی خطیب تھا،ساتھ ہی مفتی آل مصطفےٰ جامعہ امجدیہ گھوسی بھی تھے۔شعراء میں اسداقبال اوررئیس کوثر صاحبان تھے،حجرۂ خاص میں ناچیزاپنے استاد مفتی آل مصطفےٰ صاحب سے علمی استفادہ کرتے ہوئے عرض کیا،حضور یہ بتائیں کہ ابھی کوئی مجتہد ہے یانہیں؟

آپ نے فرمایا: نہیں ہے۔

ناچیز نے کہا: پھرسیمینار میں جونئے مسائل پاس ہورہے ہیں،وہ کیا ہے؟

مفتی صاحب نے فرمایا: یہ مجموعی طور پراجتہادی فیصلے ہیں۔یعنی مفتیوں کا مجموعہ مجتہد ہے

اسی درمیان ایک صاحب تشریف لائے اورکہا کچھ لوگ یہ کہہ رہے ہیں کہ حضورتاج الشریعہ کاغسل کعبہ کے لئے جانا یہ بدعقیدہ کی دعوت قبول کرنا ہے۔لہٰذااس کا جواب پروگرام میں دیں۔

مفتی صاحب نے پروگرام میں جواب دیتے ہوئے فرمایا:

''یہ حکومتی معاملات ہیں نہ کہ بدعقیدہ سے معاملات ہیں،اورایسے مواقع پر محض اکتساب فیض اور بیت اللہ سے برکت حاصل کرنا مقصود ہوتا ہے،بے جااکابرین کی برائی کرنایہ غیرمناسب ہے''۔

حضورتاج الشریعہ ولی ہیں (دوعالموں کاعلمی مباحثہ)

ناچیزاڑیسہ کے ایک عرس میں بحیثیت خطیب شامل ہوا،وہاں کے ایک مشہوراور مناظرسنی عالم دین نے میرے سامنے ایک مضمون پیش کیا،یہ کہتے ہوئے کہ اس پرآپ تائیدی دستخط کریں یاپھرتبصرہ کریں۔

مضمون میں یہ دعویٰ تھا کہ علامہ اختر رضاولی نہیں ہے،اوردلیل یہ تھی:

ان اولیاالا المتقون۔(انفال:۳۴)

ترجمہ:''اس کےاولیاءتوپرہیزگارہی ہیں''۔

اورچونکہ علامہ اختر رضاازہری پرہیزگارنہیں ہے کیونکہ وہ امیروں کے یہاں جاتے ہیں غریبوں کے ہاں نہیں جاتے،لہٰذا وہ ولی نہیں ہوسکتے۔ناچیزنے دستخط کرنے سے انکارکردیا۔تب مناظرصاحب نے فرمایا: پھرتبصرہ کریں ہم کھلے ذہن کے ہیں،حق بات قبول کرتے ہیں۔

ناچیز نے کہا: حضورآپ علماء،عملا،عمرااورنسباافضل واعلیٰ ہیں،میں کچھ نہ بولوں توبہتر ہے، مگرمناظرصاحب نہ مانیں،پھراصرارکیاکہ آپ یاتودستخط کریں یاتبصرہ کریں،

اب ناچیز نے بولا: حضورآپ کادعویٰ ہے کہ تاج الشریعہ ولی نہیں ہے اوردلیل ہے،ان اولیاءالاالمتقون،جبکہ قرآن شریف سورۂ بقرہ آیت نمبر۲ میں ہے ھدی للمتقین،ترجمہ یہ قرآن ہدایت ہے متقیوں کے لئے،خزائن العرفان میں اس آیت کے ضمن میں متقیوں کی سات قسمیں کی ہیں،

۱۔کفرسے بچنے والا ۲۔بدمذہبی سے بچنے والا

۳۔گناہ کبیرہ سے بچنے والا ۴۔گناہ صغیرہ سے بچنے والا

۵۔شبہات سے بچنے والا ۶۔شہوات سے بچنے والا

۷۔غیرکی طرف التفات سے بچنے والا۔(خزائن العرفان،ص۴)

توحضوریہ بتائیں کہ ان اولیاءالاالمتقون میں جومتقی ہے،اس سے آپ نے کون سی قسم مرادلی ہے،اگرساتویں توہم چھٹویں کےحساب سے ہم ان کوولی مانتے ہیں،اوراگرآپ نے چھٹویں قسم مرادلی ہے توہم پانچویں کےحساب سےان کوولی مانتے ہیں۔اورحضورتاج الشریعہ کوکافرتوآپ بھی نہیں مانتے،لہٰذاوہ متقی کی پہلی قسم میں داخل،یہ دلیل آپ ہی نے پیش کی ہےان اولیاءالاالمتقون توآپ ہی کی پیش کردہ آیت سے ثابت ہواکہ حضورتاج

الشریعہ ولی ہیں۔ چونکہ وہ سنی عالم تھے اور ناچیز کی بات بھی مدلل تھی، اس لئے وہ مان گئے۔

بقولہ تعالیٰ انما یستجیب الذین یسمعون۔ (انعام)

''مانتے وہی ہیں جو سنتے ہیں''۔

حضور تاج الشریعہ کا تقویٰ

۱۷۔ رجب المرجب ۱۴۳۹ھ مطابق ۵۔ اپریل ۲۰۱۸ء کو بعد نماز مغرب تحسینی سے ایک دن پہلے ناچیز اپنے شیخ حضور محدث کبیر کی معیت میں کاشانہء حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ پھاٹک محلّہ سوداگران بریلی شریف میں حاضر ہوا۔

میں نے اپنے سر کی آنکھوں سے یہ دیکھا کہ حضور محدث کبیر نہایت ہی عاجزی کے ساتھ پیر و مرشد حضور تاج الشریعہ کی دست بوسی کی ساتھ ہی شہزادۂ تاج الشریعہ علامہ عسجد میاں کی بھی دست بوسی کی، اس وقت ناچیز نے اپنے شیخ سے یہ سیکھا کہ پیر گھرانے کا بچہ بچہ بھی قابل تعظیم ہوتا ہے، جبکہ اس سے چند سال قبل جامعۃ الرضا میں میں نے یہ دیکھا کہ علامہ صاحب حضور تاج الشریعہ کی تعظیم میں کھڑے ہیں اور حضور تاج الشریعہ علامہ صاحب کی تعظیم میں کھڑے ہیں، اس سے بارگاہ تاج الشریعہ میں علامہ صاحب کی مقبولیت کا اندازہ ہوتا ہے، بہر حال نمکین اور چائے سے علامہ صاحب کے صدقے میں ہماری ضیافت ہوئی، ساتھ ہی مولانا ابو یوسف ازہری بھی تھے، بعدہ میرے شیخ نے علامہ عسجد میاں سے ناچیز کا تعارف کرایا اور خلافت کی درخواست کی۔

وہ ایک ایسا لمحہء تحول تھا جہاں سے انسان کی زندگی کروٹیں لیتی ہے، مجھے ایسا لگ رہا تھا کہ مَیں فنا اور بقا کے درمیان کھڑا ہوں، میری تقدیر لباس جسم میں باہر آنے والی ہے، علامہ عسجد میاں درخواست کو حضور تاج الشریعہ کی بارگاہ میں پیش کرتے ہیں اور حضور تاج الشریعہ ناچیز کے سر کو خلافت و اجازت کے تاج زریں سے مزین کر دیتے ہیں، وہ شب میری زندگی کی شب معراج تھی، پھر اس کے بعد ناچیز نے یہ نہیں سنا کہ حضور تاج الشریعہ

نے کسی کو خلافت دی ہے اس حیثیت سے ناچیز حضور تاج الشریعہ کا آخری خلیفہ ہے۔ (فللّٰہ الحمد علی ذلک)

خلافت کی رات عشاء کی نماز ہم لوگوں نے حضور تاج الشریعہ کے کاشانہ پر ہی ادا کی، آپ نے بھی جماعت کے ساتھ نماز ادا فرمائی، جب علامہ عسجد میاں جماعت سے نماز پڑھانے کے لئے تشریف لائے تو ہم نے یہ عجب منظر دیکھا کہ حضور تاج الشریعہ نے جماعت کھڑی ہونے سے پہلے علامہ عسجد میاں کے چہرے پر ہاتھ پھیرا، غالبًا آپ نے اپنے اطمینان قلب کے لئے یہ کیا، بعد جماعت ہم لوگ سنن و نوافل میں مشغول ہو گئے، جبکہ حضور تاج الشریعہ علامہ عسجد میاں کی اقتداء میں نوافل بھی جماعت کے ساتھ پڑھ رہے تھے، میں یہ سوچ رہا تھا کہ جو شریعت کے تاج ہو، وہ شریعت کے خلاف کیسے کر سکتے ہیں؟ اصل مسئلہ جاننے کے لئے بے قرار تھا، جب ازہری گیسٹ ہاؤس میں اپنے شیخ حضور محدث کبیر سے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا: تداعی کے ساتھ نہیں ہے، یعنی نفل کی جماعت تداعی کے ساتھ ناجائز ہے، تداعی کی مقدار تین سے زیادہ ہے اور یہاں تین سے کم تھے،

ناچیز نے یہ بحث درس نظامی میں ضرور پڑھا تھا مگر عملی شکل میں دیکھا نہیں تھا، مجھے شیخ نے یہ بھی فرمایا: اگر تم لوگ نہیں ہوتے تو میں بھی شریک جماعت ہو جاتا۔

یہ ہے حضور تاج الشریعہ کا تقویٰ، اس عمر میں جبکہ انسان تلفظ پر پوری طرح قادر نہیں ہوتا ہے۔ تب بھی اس کی انفرادی نماز ہو جاتی ہے مگر قراۃ الامام لہ القراۃ کے تحت امام کی قراۃ سے اپنی نماز کی فرض قراۃ کو ادا کرنا، فرائض و نوافل میں بھی جماعت کی پابندی کرنا، یہ تقویٰ نہیں تو اور کیا ہے۔

وصالِ پرملال :

واقعہء خلافت کے ٹھیک تین مہینے پندرہ دن بعد ۶ ذی القعدہ ۱۴۳۹ھ مطابق

۲۰۔ جولائی ۲۰۱۸ء کو بروز جمعہ بعد نماز مغرب ۷ بج کر ۵۰ منٹ پر عطائے انوار ملت حافظ ابرار احمد قادری خطیب امام گلشن محمدی مسجد کھنڈوہ کا نمدیدہ آنکھیں بھرائی آواز میں فون آیا کہ حضور تاج الشریعہ کا انتقال ہو چکا ہے۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون)

میں نے فوراً بریلی شریف فون لگایا تو پتہ چلا کہ ہاں ابھی ۱۵۔۲۰ منٹ پہلے ہی ہوا ہے۔ اس کے بعد پورا ہندوستان جیسے ماتم کناں ہو، اعلیٰ حضرت کے بعد مفتیٔ اعظم ہند کا کوئی جواب نہیں تھا اور مفتیٔ اعظم ہند کے بعد حضور تاج الشریعہ کا کوئی جواب نہیں ہے پھر بھی ہم یہ دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں حضور تاج الشریعہ کا بدل عطا فرمائے۔ آمین

غلام جیلانی ازہری فاضل جامعہ ازہر مصر
خلیفۂ تاج الشریعہ
جامعہ سعیہ ناگچون کھنڈوا ایم پی
موبائل نمبر 9009019530

☆☆☆

اِمتناعِ کذبِ باری و اِمتناعِ نظیرِ محمدی
تقدیسِ اُلوہیّت اور ختمِ نبوت و رسالت

(یٰسین اختر مصباحی، دار القلم، ذاکر نگر، نئی دہلی)......قسط دوم

حضرت مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری (جامعہ نظامیہ، لاہور۔ وصال شعبان ۱۴۲۸ھ/یکم ستمبر ۲۰۰۷ء) تحریر فرماتے ہیں:

''سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کے مقتدر بزرگ، حضرت شاہ احمد سعید نقشبندی، مجددی، دہلوی (وصال ربیع الاول ۱۲۷۷ھ۔ مدفون جنت البقیع، مدینہ منورہ) قدس سرہٗ کا ارشاد، ملاحظہ ہو۔ اُن کے فرزندِ گرامی، حضرت شاہ محمد مظہر، نقشبندی، مجددی، دہلوی، مہاجرِ مدنی (وصال محرم الحرام ۱۳۰۱ھ، مدینہ منورہ) قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

"وَلَمْ یَذْکُرْ اَحَداً اِلَّا الْفِرْقَۃَ الضَّالَّۃَ الْوَھَّابِیَّۃَ لِتَحْذِیرِ النَّاسِ مِنْ قَبَاحَۃِ اَفْعَالِھِمْ وَ اَقْوَالِھِمْ"۔

(ص۱۷۶۔ اَلْمَنَاقِبُ الاحمدیۃ وَالْمقاماتُ السّعیدیۃ۔ از محمد مظہر، مہاجر مدنی۔ مطبوعہ قزان۔ ۱۸۹۶ء)

حضرت شاہ احمد سعید، مجددی قدس سرہٗ کسی کی برائی نہیں کرتے تھے، سوا، فرقہ وہابیہ کے، تا کہ، لوگوں کو، ان کے افعال و اقوال کی قباحت سے ڈرائیں۔

پھر اسی صفحہ کے حاشیہ میں لکھتے ہیں:

وَکَانَ قُدِّسَ سِرُّہٗ یَقول: اَدنیٰ ضَرَرِ صُحْبَتِھِمْ اَنَّ محبۃ النبیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ الَّتِی ھِیَ مِنْ اَعْظَمِ اَرْکَانِ الْاِیْمَانِ، تَنْقُصُ سَاعَۃً فَسَاعَۃً۔ حَتّٰی لَا یَبْقٰی مِنْھَا غَیْرُ الْاِسْمِ وَالرَّسْمِ۔ فَکَیْفَ یَکُوْنُ اَعْلَاہُ۔ فَالْحَذَرَ۔ اَلْحَذَرَ عَنْ

صُحْبَتِهِمْ - ثُمَّ الْحَذَرْ، اَلْحَذَرْ عَنْ رُؤْيَتِهِمْ -

حضرت (شاہ احمد سعید، مجددی، دہلوی، مہاجرِ مدنی) فرمایا کرتے تھے کہ:

وہابیوں کی صحبت کا معمولی نقصان یہ ہوتا ہے کہ:

"نبی کریم ﷺ کی محبت، جو، ایمان کے بڑے ارکان میں ہے، لحہ لحہ، کم ہو جاتی ہے۔ یہاں تک کہ، نام ونشان کے علاوہ، کچھ بھی، نہیں رہ جاتا۔ جب، معمولی نقصان کا، یہ حال ہے، تو، بڑے نقصان کا کیا عالم ہوگا؟ لہٰذا، ان کی صحبت سے بچو، ضرور بچو۔ بلکہ، ان کی صورت تک، دیکھنے سے، ضرور بالضرور، اجتناب کرو۔"

(ص ۳۵۔ وص ۳۶۔ کلمہ، افتتاح۔ بقلم مولانا محمد عبدالحکیم، شرف قادری۔ مشمولہ تحقیق الفتویٰ۔ مطبوعہ المجمع الاسلامی، مبارک پور، ضلع اعظم گڑھ، یوپی۔ انڈیا)

اس دور کے اختلافات اور نتائج کا ذکر، یہیں چھوڑ کر، اب آگے کی طرف بڑھتے ہیں۔ خلاصہء بحث کو سمجھنے کے لئے مشہور نقش بندی مجددی عالم، مولانا ابوالحسن زید، فاروقی مجددی دہلوی (متوفی ۱۷ جمادی الآخرہ ۱۴۱۴ھ / ۲ دسمبر ۱۹۹۳ء) کی، یہ تحریر، بصیرت افروز اور عبرت انگیز ہے۔

حضرت مجدّد (الف ثانی، شیخ احمد، سرہندی) کے زمانے سے ۱۲۴۰ھ (مطابق ۱۸۲۴ء) تک، ہندوستان کے مسلمان دو فرقوں میں بٹے رہے، ایک اہل سُنّت و جماعت، دوسرے شیعہ۔

اب، مولانا اسمٰعیل، دہلوی کا ظہور ہوا۔

وہ، شاہ ولی اللہ کے پوتے اور شاہ عبدالعزیز، شاہ رفیع الدین اور شاہ عبدالقادر کے بھتیجے تھے۔ ان کا میلان، محمد بن عبدالوہاب کی طرف ہوا۔ اور نجدی کا رسالہ "رَدُّ الْاِشْرَاك" ان کی نظر سے گذرا۔ اور اردو میں، انھوں نے "تقویۃ الایمان"، لکھی۔

اِس کتاب (تقویۃ الایمان) سے، مذہبی آزاد خیالی کا دَور، شروع ہوا۔ کوئی غیر مقلد

ہوا، کوئی وہابی بنا، کوئی اہل حدیث کہلایا، کسی نے اپنے کو سلفی کہا۔ ائمہ مجتہدین کی جو منزلت اور احترام، دل میں تھا، وہ، ختم ہوا۔ معمولی نوشت وخواند کے اَفراد، امام بننے لگے۔

اور افسوس اس بات کا ہے کہ:

"توحید کی حفاظت کے نام پر، بارگاہِ نبوت کی تعظیم واحترام میں تقصیرات (بے ادبی وگستاخی) کا سلسلہ، شروع کر دیا گیا۔ یہ ساری قباحتیں، ماہِ ربیع الآخر ۱۲۴۰ھ (۱۸۲۴ء) کے بعد سے ظاہر ہونی، شروع ہوئیں۔ اُس وقت دہلی کے تمام جلیل القدر علما کا، دہلی کی جامع مسجد میں اجتماع ہوا۔ اور، ان حضرات نے، باتفاق، اِس کتاب (تقویۃ الایمان) کو، رَد کر دیا۔"

(ص ۸ وص ۹۔ "مولانا اسماعیل دہلوی اور تقویۃ الایمان" از مولانا ابوالحسن زید، فاروقی، مجددی، دہلوی مطبوعہ شاہ ابوالخیر اکیڈمی، چتلی قبر، دہلی۔ ومطبوعہ لاہور)

تقویۃ الایمان وصراطِ مستقیم از شاہ محمد اسماعیل، دہلوی اور فکرِ اسماعیلی وہابی کے حامل دیگر علماء کی کتب ورسائل میں، جو کچھ ہے، اُس کا وبال، اپنی جگہ۔

ایک دوسری، نہایت خطرناک تدبیر، اور شاطرانہ عمل، اِس طبقے کا، یہ ہے کہ:

"منصوبہ بند طریقے سے، اس نے کتب ورسائل ولی اللّٰھی میں تحریفات والحاقات کی مذموم حرکت کی ہے"۔

چنانچہ، حضرت شاہ رفیع الدین، محدث دہلوی (وصال ۱۲۳۳ھ / ۱۸۱۸ء) کے نواسے کے پوتے سید ظہیر الدین احمد، سید احمد، ولی اللّٰھی، دہلوی نے، اپنے مطبع احمدی، دہلی کی شائع کردہ کتاب "تَاوِیْلُ الْاَحَادِیْث" از شاہ ولی اللہ، محدث دہلوی کے آخر میں لکھا ہے کہ:

"آج کل، بعض لوگوں نے، بعض تصانیف کو، اِس خاندان (ولی اللّٰھی) کی طرف منسوب کر دیا ہے، اور درحقیقت، وہ تصانیف، اِس خاندان میں سے، کسی کی نہیں ہیں مجملہ بعض لوگوں نے، جو، اِن کی تصانیف میں اپنے

عقیدے کے خلاف، بات پائی تو، اس پر حاشیہ جڑا۔ اور موقع پایا، تو، عبارت میں، تغیر وتبدل کرڈالا۔ تو، میرے کہنے سے، یہ عرض ہے کہ: اب، جو، تصانیف، ان کی چھپیں، تو، اچھی طرح، اطمینان کرلینا چاہیے جب، خریدی جائیں۔" اِلٰی آخِرِہٖ۔

(ص ۲۰۱۔ "شاہ ولی اللہ اوران کے اصحاب"۔ مؤلفہ حکیم سید محمود احمد، برکاتی، ٹونکی (کراچی) مکتبہ جامعہ لمٹیڈ، جامعہ نگر، نئی دہلی۔ 110045۔ طبع دوم، مارچ ۲۰۰۶ء)

اَلْبَلَاغُ الْمُبِیْنَ اور تُحْفَۃُ الْمُوَحِّدِیْن۔ کا نام لے کر، سید ظہیر الدین احمد عرف، سید احمد ولی اللّٰھی، دہلوی نے، انہیں، جعلی اور مصنوعی کتاب لکھا ہے۔ (حوالہ مذکورہ)

مگر، افسوس کہ، فکرِ اسمٰعیلی وہابی کے حامل ادارے اور مکتبے اب بھی ان کتب ورسائل کو، شاہ ولی اللہ کے نام سے شائع کرتے رہتے ہیں۔

قارئین کرام کے علم میں، یہ بات آچکی ہے کہ:

کتب ورسائل میں تحریف والحاق کرنا، طائفہ وہابیہ کا قدیم شیوہ ہے۔

جیسا کہ، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی تصنیفات وتالیفات میں، اِس طائفہ نے جابجا، یہ حرکتیں کی ہیں۔ اب، ہم، یہاں، اس تصویر کا دوسرا رُخ اور دوسرا منظر، آپ کو دکھاتے ہیں۔

"مجموعہء رسائلِ فضلِ رسول" طبع اوّل ۱۴۳۱ھ/۲۰۱۰ء۔ رضا اکیڈمی، بمبئی میں میری "تقدیم" کا، یہ حصہ، بغور پڑھیں:

"اس مجموعہ کے آخری رسالہ "فَوْزُ الْمُؤْمِنِیْن بِشَفَاعَۃِ الشَّافِعِیْنَ" کے آخری ذیلی عنوان "تقویۃ الایمان میں تحریف" کی۔

یہ تحریر پڑھ کر، مجھ کوئی حیرت نہیں ہوئی، جس میں سیف اللہ المسلول، علامہ فضل رسول بدایونی (وصال ۱۲۸۹ھ/۱۸۷۲ء) ارشاد فرماتے ہیں کہ:

"اے مسلمانو! ان لوگوں کی کتابیں پڑھنے سے بچو۔ عجیب طرح کے فساد، اِن میں بھرے ہوئے ہیں۔"

ابھی تقویۃ الایمان کا ایک نسخہ دیکھا، جو، دہلی میں، حافظ محمد پیر خاں کے اہتمام سے ۱۲۶۷ھ میں، چھپا ہے۔ اس میں حاشیہ بھی، چڑھایا ہے۔

اس حاشیہ میں، مخالفین کے بعض اعتراضات کا جواب، دینے کی کوشش کی ہے۔

تقویۃ الایمان کے بعض الفاظ، جن پر، اہل سنت نے مؤاخذہ کیا تھا، اُن کو، بدل دیا ہے۔ مثلاً: شفاعت کی بحث میں، جہاں، اصل تقویۃ الایمان میں ہے:

"بے سبب، درگذر نہیں کرسکتا" لکھا تھا، وہاں، اُس کو "بے سبب، درگذر نہیں کرتا" کردیا ہے۔

یہ سب حرکتیں، بے جا ہیں۔ اگر، یہ لفظ، تمہارے نزدیک بھی، بُرا تھا اور اس کی برائی، تمہیں، معلوم ہوگئی تھی، تو، حاشیہ پر، صاف لکھ دیتے۔ ایمان والے ہونے کا یہی تقاضا تھا۔ اصل کتاب میں، رَدّوبدل کا، کیا معنی ہے؟ اور، اس [illegible] کیا اصل؟

تمہاری، یہ حرکت، صاحب تقویۃ الایمان پر [illegible] اعتراض رفع نہیں کرسکتی۔ بلکہ، دلالتِ اِلتزامی سے سمجھنے والے، سمجھ جائیں گے کہ، تم ان الفاظ کو، ویسا ہی سمجھتے ہو، جیسا، ہم، سمجھتے ہیں۔

ہم، زبان سے بھی، وہی کہتے ہیں، جیسا، دل میں سمجھتے ہیں۔ مگر، تم، زبان سے نہیں کہتے۔ جن باتوں پر، ہم نے گرفت کی ہے، وہ، تمہارے نزدیک بھی، بری ہیں۔ جبھی تو، اُلٹ، پلٹ اور تبدیلی کرتے ہو؟ مگر، تعصب اور سخن پروری سے تعریف کیے جاتے ہو۔

اور، ان الفاظ پر گرفت کرنے والوں کو، بُرا بھلا کہتے ہو۔

اور، اِس چالاکی اور بے باکی سے، اگر، تمہارا مقصد، یہ ہے کہ:

لوگ، جان لیں گے کہ، اسمٰعیل دہلوی [illegible]

تو، یہ مقصد، ہرگز، حاصل نہیں ہوسکتا۔ بلکہ، اُلٹی، تمہاری ہی فضیحت ہوگی۔ کیونکہ:

''ایک تو، تم سے پہلے، چھپے ہوئے نسخے، کلکتہ، لکھنؤ اور دہلی میں بکثرت، موجود ہیں۔

دوسرے، یہ، کہ، خود، اسمٰعیل دہلوی سے، انھیں عبارتوں اور انھیں الفاظ پر علمائے اہلِ سنت نے بحث کی، اور ہر ہر طرح کی تحریر و تقریر ہوئی۔''

ان تحریروں میں، یہ الفاظ، موجود ہیں۔ ''تحقیقُ الفَتویٰ'' میں، دیکھ لو کہ:

سوال میں بھی ''نہیں کرسکتا'' موجود ہے۔ اور جواب میں بھی، اسی کا، رَد کیا ہے۔

اور جب سے، اب تک، کیا اسمٰعیل دہلوی، اور کیا ان کے متبعین اور پیرو کار ہر طرح کی گفتگو اور بحثیں کرتے رہے، مگر، ان الفاظ کا، کسی نے، انکار نہیں کیا۔

بہرحال! اگر، ایمان دار ہو، تو، صاف صاف، چھاپ دو کہ، ہم سے خطا ہوئی۔

اور، پُرانے نسخوں سے مقابلہ کرکے، اپنی غلطی کا اعتراف کرلو۔ یہ کوئی، شرم کی بات نہیں ہے۔

اور یہ بھی، سمجھ لو کہ:

''فقط، ایک لفظ کی تبدیلی سے، تقویۃ الایمان کے بیانِ شفاعت کی ساری قباحتیں، دور نہیں ہوسکتیں۔ اور، نہ وہ، جو، میں نے، اوپر بیان کی ہیں۔ اور نہ وہ، جو، تحقیق الفتوی'' وغیرہ میں، مذکور ہیں۔''

(فَوزُ المُؤمِنِین'' مشمولہ'' مجموعہ رسائل فضلِ رسول''۔ مطبوعہ ہند و پاک)

اس انکشاف سے، مجھے حیرت، اس لئے نہیں ہوئی کہ:

''کولمبیا یونیورسٹی، نیویارک، امریکہ کی ایک ریسرچ اسکالر، مسز اُوشا سانیال، جن کا مقالۂ ڈاکٹریٹ (تھیسیس، برائے پی ایچ ڈی) مذکورہ یونیورسٹی سے ۱۹۹۰ء میں منظور ہوکر آکسفورڈ یونیورسٹی پریس سے مطبوع ہوچکا ہے، وہ، نئی دہلی میں، جب اپنے موضوعِ تحقیق سے متعلق، مجھ سے علمی تحقیقی استفادہ

کررہی تھیں، تو ''اَلْکَوْکَبَۃُ الشَّہَابِیۃ فِی کُفرِیَّاتِ اَبِی الْوَھابِیۃ''۔

مؤلفہ امام احمد رضا، بریلوی قدس سرہٗ کے مطالعہ و مذاکرہ کے وقت، مجھ سے کہنے لگیں کہ:

''میرے پاس، یہ تقویۃ الایمان، مطبوعہ اشاعتِ دینیات، بستی حضرت نظام الدین اولیاء نئی دہلی ہے۔ اس میں ''تقویۃ الایمان'' کی وہ عبارتیں، مجھے دِکھایئے، جو، ''اَلْکَوْکَبَۃُ الشَّہَابِیۃ'' میں، منقول ہیں؟

میں نے، جب، وہ حوالے، انھیں، اس جدید ایڈیشن میں دکھائے، تو، دونوں میں کچھ فرق، نظر آیا۔

مجھے، حقیقتِ حال، سمجھنے میں، کوئی دشواری، پیش نہیں آئی۔

ان سے، میں نے کہا کہ:

تقویۃ الایمان کے کسی قدیم نسخہ کا عکس، لائیں۔ میں، ''اَلْکَوْکَبَۃُ الشَّہَابِیۃ'' میں تقویۃ الایمان کی منقولہ عبارتیں، حرف بہ حرف، دِکھادوں گا۔''

چنانچہ، انہوں نے، رام پور (یوپی) کا سفر کیا اور تقویۃ الایمان کے ایک قدیم نسخے کا عکس لاکر، مجھے دکھایا۔ میں نے، جب، حوالے کی عبارتیں، انھیں، دکھانی شروع کیں، تو، ایسا محسوس ہوا، کہ:

مؤلّفِ ''اَلْکَوْکَبَۃُ الشَّہَابِیۃ''، امامِ اہلِ سنت، مولانا احمد رضا، بریلوی نے غالباً، اسی نسخے سے عبارتیں، نقل کی ہیں۔

اور حوالہ، اور اصل عبارتِ تقویۃ الایمان میں، سرِمُو، کوئی فرق، نظر نہیں آیا۔

فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ۔

(ص ۵۲ تا ۵۴۔ ''تقدیم'' بقلم یٰسین اختر مصباحی ''مجموعہ رسائل فضلِ رسول''۔ طبع اول ۱۴۳۱ھ/۲۰۱۰ء۔ مطبوعہ، ہند و پاک)

فَوْزُالْمُؤمِنِیْن بِشَفَاعَۃِ الشَّافِعِیْن" مؤلفہ علامہ فضل رسول، عثمانی، بدایونی مشمولہ "مجموعہ رسائلِ فضلِ رسول" میں ایک جگہ، تقویۃ الایمان کی، یہ عبارت، نقل کی گئی ہے۔

......جو، کسی کو، اپنا حمایتی سمجھے۔ گو کہ، یہی جان کر کہ:
اس کے سبب سے، خدا کی نزدیکی ہوتی ہے۔
سو، وہ، مُشرک ہے۔ اور جھوٹا اور اللہ کا، ناشکرا ہے۔"

اِس عبارت پر، شہیدِ بغداد، مولانا اُسَیدُ الحق، قادری، بدایونی (شہادت: ۲؍جمادی الاولیٰ ۱۴۳۵ھ/۴؍مارچ ۲۰۱۴ء۔ مدفون بغداد، عراق) کا، حاشیہ ہے:

"ہمارے پیشِ نظر، تقویۃُ الایمان کا، جو نسخہ ہے، اُس میں، یہ عبارت، اِس طرح ہے:

......جو کوئی، کسی کو، اپنا حمایتی سمجھے۔ گو کہ، یہی جان کہ:
اس کے پوجنے کے سبب سے، خدا کی نزدیکی، حاصل ہوتی ہے۔
سو، وہ بھی، مشرک ہے، اور جھوٹا اور اللہ کا ناشکرا۔"

(دیکھیں ص ۶۔ تقویۃ الایمان۔ کتب خانہ رحیمیہ، دیوبند)

تقابلی مطالعہ کرنے سے، صاف ظاہر ہے کہ:

"اس کے سبب سے"، کے درمیان "پوجنے کے لئے" کا اضافہ، بعد میں کیا گیا ہے۔ (ص ۲۷۹۔ "مجموعہ رسائلِ فضلِ رسول"۔ رضا اکیڈمی، بمبئی۔ ۱۴۳۱ھ/۲۰۱۰ء)

متحدہ ہندوستان میں "غیر مقلدیت" کو، مشہور غیر مقلد محدث، مولانا نذیر حسین، بہاری ثم دہلوی (متوفی رجب ۱۳۲۰ھ/۱۹۰۲ء) نے، خاص طور سے اپنی درس گاہ کے ذریعہ، منظّم و مدوّن و مرتّب کیا۔ انھوں نے، اپنی کتاب "مِعْیَارُالْحق" میں، امامِ اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ پر زبانِ طعن، دراز کرتے ہوئے، تقلیدِ فقہی عُرفی کا، انکار کیا۔

جس کا مُحققانہ جواب، استاذُ الاساتذہ، مولانا مفتی ارشاد حسین، مجدّدی، رام پوری (وصال ۱۳۱۱ھ/۱۸۹۳ء) خلیفہء مولانا شاہ احمد سعید، مجددی، دہلوی، مہاجر مدنی (وصال

۱۲۷۷ھ/۱۸۶۰ء) نے "اِنْتِصَارُالْحَق" کے نام سے تحریر فرمایا۔

بعض غیر مقلد علماء نے، اس کا جواب دینے کی کوشش کی، مگر، یہ "اِنْتِصَارُالْحَق" ا ب تک لاجواب ہے۔ الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور کے طلبہ نے، بڑے اہتمام کے ساتھ، "اِنْتِصَارُالْحَق" کی جدید طباعت و اشاعت کا، قابلِ قدر اور لائقِ تحسین فریضہ، انجام دیا ہے۔

غیر مقلدیت کے فروغ و اِشاعت اور اسے مستحکم و منظّم کرنے میں نواب، صدیق حسن خان، بھوپالی (متوفی ۱۳۰۷ھ/۱۸۸۹ء) ہے۔ جس کی روح، "نجدی وہابیت" ہے۔ اِسی "غیر مقلدیت" کے بَطن سے، ہندوستانی "نیچریت" کا جنم ہوا۔

چنانچہ، مولانا ابوالکلام آزاد (متوفی ۱۳۷۷ھ/۱۹۰۸ء) اپنے والد ماجد مولانا خیرالدین، دہلوی (وصال ۱۳۲۶ھ/۱۹۰۸ء) تلمیذِ مفتی صدرالدین آزردہ، دہلوی (متوفی ۱۲۸۵ھ/۱۸۶۸ء) وعلامہ فضلِ حق، خیرآبادی (متوفی ۱۲۷۸ھ/۱۸۶۱ء) کے حوالے سے کہا کرتے تھے کہ: اُن کے والد ماجد کے بقول:

"گم رَاہی کی موجودہ تہذیب، یوں ہے، پہلے، وہابیت، پھر، نیچریت۔
نیچریت کی تیسری منزل، جو، اِلحادِ قطعی ہے، اس کا ذکر، وہ، نہیں کرتے تھے۔
اِس لئے کہ، وہ، نیچریت ہی کو، اِلحادِ قطعی سمجھتے تھے۔
لیکن، مَیں، یہ تسلیم کرتے ہوئے، اتنا اضافہ کرتا ہوں کہ:
تیسری منزل، اِلحاد ہے۔ اور ٹھیک ٹھیک، مجھے، یہی پیش آیا۔
سرسید مرحوم کو بھی، پہلی منزل، وہابیت ہی کی، پیش آئی تھی۔"

(ص ۳۵۹۔ آزاد کی کہانی، آزاد کی زبانی۔ مرتبہ عبدالرزاق، ملیح آبادی۔ مکتبہ اشاعت القرآن، دہلی۔ بار دوم، نومبر ۱۹۶۵ء)

"میں نے، سرسید سے، بڑی چیز، جو، اُس وقت پائی تھی، وہ، یہی ترکِ تقلید تھی۔

مفسّرین کی، فُقہاء کی، مُحدِّثین کی، مُتکلمین کی، تمام علماء کی، تیرہ سو برس کے تمام اِجتمائی عقائد و مسلمات کی، اور، اُن کی کروڑوں اور اَنْ گِنت مسلمانوں کی، جو، تیرہ صدیوں میں گذر چکے ہیں۔

تاہم، مَیں، خود، سرسید کا، نہ صرف مُقلّدِ اَعْمیٰ تھا بلکہ، تقلید کے نام سے، ان کی پرستش کرتا تھا۔"

(ص۳۶۲۔ آزاد کی کہانی، آزاد کی زبانی۔ مرتبہ عبدالرزاق، ملیح آبادی۔ مکتبہ اشاعت القرآن، دہلی۔ بارِ دوم، نومبر ۱۹۶۵ء)

محبّ رسول، تاج الفحول، مولانا عبدالقادر، عثمانی، قادری، برکاتی، بدایونی (متوفی ۱۳۱۹ھ/۱۹۰۱ء) اور غیر مقلد عالم، مولانا امیر احمد، سہسوانی (متوفی ۱۳۳۶ھ/۱۹۱۷ء) بن مولوی امیر حَسَن سَہسوانی (متوفی ۱۳۰۶ھ/۱۸۸۹ء) کے درمیان، مسئلہ اِمکانِ کِذب واِمکانِ نظیر پر ۳۰/ جمادی الآخرہ ۱۲۸۸ھ/۱۶ ستمبر ۱۸۷۱ء کو، شیخو پور، بدایوں میں، مناظرہ ہوا۔

تفصیلات، "مناظرۂ احمدیہ" مؤلفہ مولانا نذیر احمد، سَہسوانی (غیر مقلد)۔ مطبوعہ مطبع شعلۂ طور، کان پور، ۱۲۸۹ھ/۱۸۷۲ء۔ و "اِفاداتِ تُرابیہ"۔ مطبوعہ میرٹھ۔ از مولانا تُراب علی (غیر مقلد) تلمیذِ مولانا امیر حَسَن، سَہسوانی (غیر مقلد)۔

﴿بقیہ اگلی قسط میں﴾

سرخیلِ علمائے شریعت، امیرِ کاروانِ اہلِ سنّت
مفتی اختر رضا، قادری، ازہری، بریلوی

(یٰسین اختر مصباحی۔ دارُالقلم۔ دہلی)

اِس دَورِ قحطُ الرّجال میں چراغ لے کر ڈھونڈنے سے بھی ایسی شخصیتیں، شاذ و نادر ہی، مِل پاتی ہیں، جن پر، نظر ٹھہر سکے اور دل، جن کی طرف، مائل ہوں۔

مشہور و معروف دینی و علمی مراکز اور قدیم خانقاہوں کے بیشتر وارثوں کا حال بھی کچھ، ابتر ہی نظر آ رہا ہے۔ جہاں، نسبتِ ماضی، یعنی، ذکر و بیانِ ماضی ہی پر، سارا دار و مدار ہے۔ وہی، ان کے لئے سامانِ افتخار ہے اور حال، روبہ زوال ہی نہیں، بلکہ بے حال ہے۔ اسلافِ کرام کی عظمت و شوکت کا ذکر و بیان ہی، ان کے لئے، گویا، سب کچھ ہے۔ اَخلاف کا کام، بس اتنا ہے کہ وہ، اپنے آباواَجداد کا، گُن گان کرتے رہیں۔ اور ان کے نام پر، قوم و ملت سے خراج، وصول کرتے رہیں۔ یہ کُلّیہ نہیں، مگر، عام حالات کچھ اِسی قسم کے ہیں، جنھیں، دیکھ سن کر حسّاس و باشعور افراد، کفِ افسوس ملنے کے سوا، کچھ بھی، نہیں کر سکتے۔

ہندو پاک کے طول و عرض میں، بہت سی، قدیم و جدید خانقاہیں اور بڑے مراکز ہیں، بڑے بڑے ادارے اور مدارس ہیں، جنھیں، اللہ سلامت رکھے۔

انہیں کے درمیان، چودھویں صدی ہجری کے اَوائل میں ایک مرکزِ دین و علم، بریلی شریف کے نام سے اور بریلی شریف کی خاک سے اُبھرا، جس کی شعاعیں، آج، پورے عالمِ اسلام کو روشن و منور کر رہی ہیں اور یہ روشنی، دن بہ دن، بڑھتی اور پھیلتی جا رہی ہے۔

سَوادِ اعظم اہلِ سنّت و جماعت کے علماء و مشائخ و طالبانِ علومِ نبوت اور خواص و عوام

کے دلوں میں، بریلی شریف کی عقیدت ومحبت، روزافزوں ہے۔

کیوں کہ اِس شہرکو، اسلام وسنّیت کے اُس فرزندِ عظیم وجلیل سے نسبت ہے جس نے، رسولِ کونین، سلطانِ دارین ﷺ کی محبت وعقیدت کا پرچم مسلم آبادیوں میں لہرایااور جن بدنصیب وگمراہ انسانوں نے عظمت ورفعتِ رسول ﷺ کی طرف بدنیتی وبداعتقادی کے ساتھ، انگشت نُمائی کی، اُن کے تعاقُب میں اپنی متاعِ علم وفکراور شوکت وسطوتِ قلم کے ساتھ، اپنی جان کی بازی لگا کر، اِحتساب واصلاح وہدایت کی ہرممکن کوشش کی۔اوراس راہ میں اپنی ساری توانائی، صَرف کردی۔یہ وہ شہرۂ آفاق اورفخرِ اَسلاف واَخلاف شخصیت ہے۔

جسے، دنیا، مجدِّدِ دین وملت، فقیہِ اسلام، امامِ اہلِ سنت، مولانا المفتی الشاہ احمد رضا، حنفی، قادری، برکاتی، بریلوی (متوفی ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء) کے نام سے، جانتی پہچانتی ہے۔

حجۃ الاسلام، حضرت مولانا حامد رضا، قادری، برکاتی، بریلوی (متوفی ۱۳۶۲ھ/۱۹۴۳ء) ومفتیِ اعظمِ ہند، حضرت مولانا الشاہ، مصطفیٰ رضا، قادری، برکاتی بریلوی (متوفی ۱۴۰۲ھ/۱۹۸۱ء) قدس سرہما

وخلفاء وتلامذۂ عظام و دیگر علماومشائخ کرام نے، اِس بیش بہاوراثت کی حفاظت فرمائی اور اپنے علم وفضل وکمال وبصیرت وتدبر وحکمت اور اخلاص وللٰہیت کے ذریعہ اِس وراثت کو، ملک وبیرونِ ملک، عام وتام کیا۔

امامِ اہلِ سنت، مجدِّدِ دین وملت (متوفی ۱۹۲۱ء) اورآپ کے دونوں شہزادگان حضرت حجۃ الاسلام (متوفی ۱۹۴۳ء) وحضرت مفتیِ اعظم ہند (متوفی ۱۹۸۱ء) کی دینی وعلمی خدمات، بالخصوص، فقہی بصیرت وتائید وتحفظِ عقائد ومعمولاتِ اہلِ حق اورتردید وابطال افکارو نظریاتِ اہلِ باطل کے تسلسل نے متحدہ ہندوستان کے سوادِ اعظم اہلِ سنت وجماعت کی نظر میں جہاں، اِس خانوادۂ رضویہ کومحبوب ومحترم بنا کر، اسے، جہانِ سُنّیت کے تاجِ محل جیسا اِعزاز وافتخار اورحُسن وجمال بخشا وہیں، اس خانوادۂ رضویہ کے شہر، بریلی کی عظمت

ورفعت کو، جہانِ سُنّیت کا ایسا قطب مینار بنادیا کہ برصغیر پاک وہند کے جس خطے اور جس علاقے سے نظر اٹھائی جائے۔اس کی شوکت وسربلندی کا مشاہدہ، آفتابِ نصف النہار کی طرح، بآسانی کیا جاسکتا ہے۔

اوران سب سے ایمان افروزاور بابرکت بات، یہ ہے کہ:

اِس خانوادۂ دین ودانش کا رِشتۂ ذکروفکر اپنے مشائخ مارہرہ وآقایانِ نعمت سے اِس طرح، باہم مربوط ومنسلک ہے کہ اسکا روحانی شوقِ سفر، اسے، منزل بہ منزل اجمیرِ مُعلّٰی وبغدادِ مقدسہ سے ہوتے ہوئے، اُس حجازِ مقدس تک پہنچادیتا ہے جس کی آغوشِ رحمت میں، مکہ مکرمہ اور مدینہ ءِ امینہ کا مبارک ومسعود وجود فردوسِ نظر، اور باعثِ اِزدِیادِ ایمان واسلام ہے۔

جوکائناتِ انسانیت کا مرکز ومرجع اورماٗمن وماویٰ ہے۔زَادَهُمَا اللّٰهُ شَرَفًا وَتَكْرِيمًا۔

امامِ اہلِ سنت کے خَلَفِ اکبر، حضرت حجۃ الاسلام کے صاحبزادۂ گرامی منزلت مفسرِ اعظم، حضرت مولانا محمد ابراہیم رضا، عُرف جیلانی میاں، بریلوی (متوفی ۱۳۸۵ھ/۱۹۶۵ء) بھی، حتی المقدور، اُسی رَوِش پر، گامزن رہے، جوآپ کے آباوَاجداد کا، طرّۂ امتیاز تھا۔

اکابرِ خانوادۂ رضویہ، بالخصوص، امامِ اہلِ سنت، مجدددین وملت کے علم وفضل اورنمایاں ترین دینی وعلمی خدمات نے شہرِ بریلی، اہلِ سنت، کے حلقے میں وہ عظمت ومَرجعیت، عطا کی جو، محض عطیہ ربّانی ہے کہ دل، خودبخود، اس کی طرف کھینچے چلے گئے۔

علم وفضل اورنمایاں دینی وعلمی خدمات کا تسلسل وتحفظ ہی، اس کی مَرجعیت ومرکزیت کا ضامن ہے۔اوراس کا، یہ فضل وشرف، تقریبًا ایک صدی کومحیط ہے۔اور نظامِ قدرت ہے کہ جس بنیاد پرکوئی عمارت، قائم ہوتی ہے، اُس عمارت کا وجودوبقا، اسی بنیاد کے ساتھ،

مربوط ومنسلک ہوا کرتا ہے۔

حضرت مفسرِ اعظمِ ہند، حضرت مولانا الشاہ، مفتی محمد اختر رضا، قادری ، رضوی ، ازہری ، بریلوی قدس سرہٗ (متولد ۲۶ محرم الحرام ۱۳۶۲ھ/۲ فروری ۱۹۴۳ء۔ متوفی ۶ رذی قعدہ ۱۴۳۹ھ/۲۰ جولائی ۲۰۱۸ء۔ بروز جمعہ، بعد نمازِ مغرب)

جانشینِ مفتیِ اعظم، تاج الشریعہ نے، عُلماء کی آغوشِ تعلیم وتربیت میں پرورش پائی۔ منظرِ اسلام، بریلی شریف اور جامعہ ازہر، مصر میں تعلیم، حاصل کی۔

ازہر کے **کُلِیَّۃُ اُصُولِ الدِّیْن**۔ میں ۱۹۶۳ء میں آپ کا داخلہ ہوا، اور ۱۹۶۶ء میں آپ نے تکمیل تعلیم کی۔ اس کے بعد، منظرِ اسلام، بریلی شریف میں ایک مدت تک، تدریس وافتاء کی خدمت، انجام دیتے رہے۔

مفتیِ اعظم ہند، حضرت مولانا الشاہ، مصطفیٰ رضا، نوری، بریلوی کے خصوصی فیض سے طویل عرصہ تک، سیراب ہوتے رہے۔ اور جب ۱۴۰۲ھ/۱۹۸۱ء میں حضور مفتیِ اعظم کا وصال ہوا، تو آپ، جانشینِ مفتیِ اعظم، تاج الشریعہ حضرت ازہری میاں کو، جو شہرت و مقبولیت، حاصل تھی اِس زمانے میں، مشکل ہی سے کہیں، اس کی کوئی مثال اور نظیر مل جائے گی۔

شارحِ بخاری، حضرت مفتی محمد شریف الحق امجدی (متوفی ۱۴۲۱ھ/۲۰۰۰ء) قدس سرہٗ سابق صدر شعبہ افتا الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور ضلع اعظم گڑھ، یوپی (انڈیا) جو، گیارہ سال تک، بریلی شریف میں حضور مفتیِ اعظم ہند کی سرپرستی میں فتاویٰ لکھتے رہے اور جنھیں، حضرت مفتیِ اعظم کی حیات ہی میں، نائبِ اعظم کہا اور لکھا جاتا رہا۔

اُن کی زبانی، راقمِ سطور نے، کئی بار، ان کا، یہ تأثر سنا کہ:

"حضرت مفتیِ اعظم ہند کو اپنی زندگی کے آخری پچیس سالوں میں جو مقبولیت وہردل عزیزی، حاصل ہوئی، وہ، آپ کے وصال کے بعد ازہری میاں کو،

بڑی تیزی کے ساتھ، ابتدائی سالوں میں، حاصل ہوگئی۔ اور بہت جلد، لوگوں کے دلوں میں، ازہری میاں نے، اپنی جگہ بنالی۔"

خانوادۂ رضویہ، بریلی شریف میں علم وفضل اور فقہ وافتاء کے شعبے میں اپنے عہد میں حضرت ازہری میاں ہی، آبروئے خانوادہ اور نمائندۂ ذی وقار تھے۔ جن پر، اہلِ سنت وجماعت کو، فخر وناز ہے۔

بریلی ومبارک پور ودہلی میں، بارہا، آپ سے میری ملاقاتیں ہوئیں۔ علماء وطلبہ سے خواص وعوام تک، اِطلاعِ آمد کے ساتھ ہی، سب کے سب ملاقات وزیارت کے مشتاق ومتمنی، نظر آئے۔

ذاکرنگر، نئی دہلی کی ملاقاتوں میں اطمینان کے ساتھ، آپ سے گفتگو ہوا کرتی تھی۔ اور اِس سلسلے کا آغاز، ۱۹۸۵ء سے ہوا۔ عموماً، ایسا ہوتا کہ فرصت کے لمحات میں آپ، مجھے اپنی عربی نعتیں سناتے اور انھیں اپنے مخصوص انداز میں پڑھتے۔ میں بھی، توجہ کے ساتھ، آپ کے مقدس اشعار سنتا اور حق، یہ ہے کہ آپ کے عربی اشعار میں عربیت ہی ہوتی، عجمیت نہیں ہوتی۔ اور اِس عربیت کی وجہ ظاہر ہے کہ: آپ، جامعہ ازہر کے فارغ التحصیل اور صحیح معنی میں ازہری تھے۔ اِس ازہریت نے آپ کی عربیت میں نکھار پیدا کر دیا تھا اور اسے ایسی سلاست وروانی بخشی تھی کہ عربی لکھنے بولنے میں آپ کو، کبھی، کوئی تکلف اور تردُّد، نہیں ہوتا۔

اسی طرح، یورپ کے مختلف ممالک کے دوروں نے آپ کو، انگریزی سے ایسا روشناس کر دیا تھا کہ بڑی آسانی کے ساتھ، آپ، رواں دواں انگریزی، بول لیا کرتے تھے۔

۱۴۰۶ھ/۱۹۸۶ء میں، حضرت ازہری میاں کے ساتھ، دورانِ حج ایک صبر آزما حادثہ ہوا کہ:

”آپ کو، حراست میں لے کر، سعودی پولیس نے، آپ سے طرح طرح کے
سوالات کیے۔ اور کسی جُرم کے بغیر، جدّہ ائیر پورٹ اور وہاں سے ہندوستان،
واپس بھیج دیا۔ آپ، جدّہ سے بمبئی پہنچے اور اس حادثہ کی خبر، جب، عام ہوئی
تو ہندو پاک میں اس کے خلاف، شدید احتجاج ہوا۔“

آپ نے اپنی حراست اور سوال و جواب کی جو تفصیل، بمبئی میں بیان کی، وہ، بمبئی، دہلی وغیرہ کے متعدد اخبارات و رسائل میں شائع ہوئی۔ ہفت روزہ ”اخبارِ نَو“ نئی دہلی کا ایک شمارہ میرے پاس، اب بھی، موجود و محفوظ ہے، جس میں آپ کا پورا بیان، شائع ہوا تھا۔

رئیس القلم، حضرت علامہ ارشد القادری (متوفی ۲۰۰۲ء) علیہ الرحمۃ والرضوان اس حادثہ کے ایک عرصہ بعد، ایک بار، دہلی تشریف لائے، تو آپ سے ملاقات کے وقت اِس سلسلے میں میری گفتگو ہوئی۔ جس کے نتیجے میں سعودی سفیر، متعینہ دہلی سے وقت لے کر ہم دونوں نے سعودی سفارت خانہ پہنچ کر، شیخ فواد صادق مفتی، سفیرِ سعودی عرب سے ملاقات کی۔

فواد صادق مفتی، نجدی نہیں، بلکہ حجازی تھے۔ ان سے خوشگوار اور مثبت ماحول میں گفتگو ہوئی۔ حضرت ازہری میاں کی شخصیت اور آپ کی دینی و علمی وجاہت سے، انھیں، باخبر کیا گیا۔ انھوں نے، ساری باتیں سننے کے بعد، یہ مناسب و معقول جواب دیا کہ:

”میں، صرف سفیر ہوں اور اِس سلسلے میں کوئی فیصلہ، ہماری حکومت ہی کر سکتی
ہے۔ آپ حضرات کی گزارش، اپنی رپورٹ کے ساتھ، اپنی حکومت کو، میں
بھیج دوں گا۔ وہاں سے، جیسا جواب آئے گا، اس سے، آپ کو مطلع کر دیا
جائے گا۔“

اس کے بعد، انھوں نے اپنے ایک سکریٹری (محمد آصف) کو بلایا اور کچھ ہدایت دی۔ میں نے سکریٹری کو، ذاکر نگر کا ایک ٹیلی فون نمبر دیا کہ:

سفیرِ محترم کی طرف سے آپ کو، اس سلسلے میں جو ہدایت ملے، اس سے مجھے مطلع کر دیجئے گا۔ اس ملاقات اور اطمینان بخش گفتگو کے بعد، ہم لوگ، واپس چلے آئے۔

میں نے، ذاکر نگر کے ایک پڑوسی کا ٹیلی فون نمبر دیا تھا۔ جس کی وجہ، یہ تھی کہ حضرت علاّمہ، یا۔ میرے پاس، اُس وقت، اپنا ٹیلی فون نہیں تھا۔ اور موبائل کا، تو خیر، وہ زمانہ ہی، نہیں تھا۔

ایک روز، اپنے اس پڑوسی کے آفس میں بیٹھا ہوا تھا کہ:

”ٹیلی فون کی گھنٹی بجی اور پڑوسی نے، ریسیور مجھے دے دیا کہ آپ کا فون
ہے۔ میں نے گفتگو، شروع کی، تو وہ فون، مذکورہ سکریٹری (محمد آصف)
کا تھا۔ انھوں نے بتایا کہ مولانا اختر رضا خاں صاحب کو، اب، سعودی ویزا مل
جائے گا۔ اور انھیں، حج و عمرہ کے لئے، جب جانا ہو، وہ، سعودیہ کا سفر کر سکتے
ہیں۔“

میں نے سکریٹری سے، اس ٹیلی فونک گفتگو میں کہا کہ:

”بریلی کا فون نمبر، آپ کو دے رہا ہوں۔ آپ، براہِ راست، فون کر کے
وہاں، مطلع کر دیں، تو بہتر ہوگا۔“

چنانچہ، سکریٹری نے، اس فون نمبر سے بریلی، رابطہ کر کے، براہِ راست، یہ خوش خبری سنا دی۔ اور اس کے بعد حضرت ازہری میاں، بار ہا، زیارتِ حرمین شریفین سے مشرّف ہوئے۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذَالِکَ۔

اس سے کچھ پہلے، میں نے، اپنی مطبوعہ کتاب ”امام احمد رضا اور ردِّ بدعات و منکرات“ کا ایک نسخہ، اِس درخواست کے ساتھ، حضرت ازہری میاں کی خدمت میں پیش کیا تھا کہ:

”اس کے لئے چند کلماتِ تبرک، تحریر فرمادیں، جسے، آئندہ ایڈیشن میں شامل

کرسکوں۔"

آپ نے، بخوشی، وہ نسخہ لے کر، ورق گردانی، شروع کردی اور فرمایا کہ:

"میں، اسے، اپنے ساتھ لے جا رہا ہوں اور اطمینان سے کچھ لکھ کر بھیج دوں گا۔"

چنانچہ، آپ کی حوصلہ افزا تحریر، کچھ دنوں کے بعد، موصول ہوئی۔ اور کتاب کے ہر ایڈیشن میں، یہ تحریر، بعنوانِ "تقریظ" شائع ہوتی رہی۔

جس کی نقل، درجِ ذیل ہے:

محبِ گرامی، حضرت مولانا یٰسین اختر صاحب اعظمی، زِیْدَتْ مَکَارِمُکُمْ۔

سلام مسنون! طالبِ خیر، مع الخیر ہے۔

فقیر نے، آپ کی کتابِ مُستطاب "امام احمد رضا اور ردِّ بدعات و منکرات" کا کہیں کہیں سے، سرسری مطالعہ کیا۔ بفضلہٖ تعالیٰ کتاب، خوب اور بہت خوب ہے۔

آپ نے، اپنی اِس تصنیفِ لطیف کے ذریعہ ایک عظیم دینی و علمی خدمت، انجام دی ہے۔ اور وہ، یہ ہے کہ:

سیدنا، اعلیٰ حضرت، مولانا شاہ، امامِ ہُمام، احمد رضا، قادری، بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان پر، ان کے مخالفین کا، یہ الزام کہ ان سے بدعتوں کو فروغ ہوا۔

ایسا، کافور فرمایا اور خود، سیدنا، اعلیٰ حضرت، امام احمد رضا قدس سرہٗ کے کلماتِ طیبات سے ایسے دستاویزی ثبوت، فراہم کیے کہ:

ہر مخالف مصنف کا ضمیر پکار اٹھے گا کہ سیدنا، اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ پر ان کے بدگویوں کا الزام، محض غلط ہے۔ اور بے ساختہ، یہ کہنے پر مجبور ہوگا کہ:

سُبْحٰنَکَ، مَا یَکُوْنُ لَنَا اَنْ نَّتَکَلَّمَ بِھٰذَا اِلَّا بُھْتَانٌ عَظِیْمٌ۔

مولائے کریم، آپ کی اس کتاب کو، شرفِ قبولیت سے نوازے۔

اور آپ کو، برکاتِ دارین سے بہرہ منداور مدارجِ عالیہ پر، فائز فرمائے۔

آمین والسلام فقیر محمد اختر رضا قادری ازہری، غفرلہٗ، ۴؍ رجب ۱۴۰۵ھ۔

("تقریظ" حضرت مفتی محمد اختر رضا، قادری، رضوی، ازہری)

میری داعیانہ ملاقات و گفتگو اور حکیمانہ ترغیب و تحریک کے نتیجے میں

ہفت روزہ، ہجوم، ذاکر نگر، نئی دہلی کے بانی مدیر اعلیٰ، جناب جاوید حبیب، سابق صدر اسٹوڈنٹس یونین، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ نے، دسمبر ۱۹۸۸ء میں "امام احمد رضا نمبر" شائع کیا۔ جس کی دہلی و علی گڑھ، وغیرہ کے دانشور حلقے میں، خاصی پذیرائی ہوئی۔

اِس امام احمد رضا نمبر ہفت روزہ ہجوم کے لئے میری درخواست پر، حضرت ازہری میاں اور حضرت علاّمہ ضیاء المصطفیٰ قادری، جو، اُس وقت، شیخ الحدیث الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور تھے ان دونوں حضرات نے تحریری پیغام، عنایت فرمایا۔ ان دونوں پیغامات کی نقل، درجِ ذیل ہے:

(۱) جناب جاوید حبیب صاحب، ایڈیٹر ہفتہ روزہ، ہجوم، نئی دہلی اعلیٰ حضرت، امام اہل سنت، مولانا احمد رضا، فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ کی حیات اور ان کی دینی خدمات و علمی کارناموں پر مشتمل ایک خصوصی نمبر نکالنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔

یہ بات، قابلِ لحاظ ہے کہ اعلیٰ حضرت، فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ نے اپنی تاریخ ولادت، آیتِ کریمہ:

اُولٰٓئِکَ کَتَبَ فِیْ قُلُوْبِھِمُ الْاِیْمَانَ وَ اَیَّدَھُمْ بِرُوْحٍ مِّنْہُ۔

(یہ ہیں، جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان، نقش فرمادیا اور اپنی طرف کی روح سے ان کی مدد کی) سے نکالی۔

ہم اور آپ، سب کے لئے، یہاں لمحہ فکریہ ہے۔ اور ادنیٰ تامل سے یہ بات واضح

ہوجاتی ہے کہ ممدوحِ مذکور کو، ان کی تاریخِ ولادت کے لئے یہ تاریخی مادّہ، اللہ تبارک وتعالیٰ کی جانب سے، ان کے قلب پر منکشف ہوا۔

اس آیتِ کریمہ کی روشنی میں، امام اہلِ سنت، مولانا احمد رضا خاں، فاضلِ بریلوی رضی اللہ عنہ کی پوری زندگی، آئینہ کی طرح، ہمارے سامنے، جلوہ گر نظر آتی ہے۔

انھوں نے، عشق ومحبتِ رسول ﷺ کو اپنی زندگی کا محور بنایا۔ اوران کے جملہ اقوال وافعال پر، عشقِ رسول اللہ ﷺ ایسا چھایا ہوا نظر آتا ہے کہ اگر، یہ کہا جائے کہ:

"وہ، سراپا عشق سرکارِ رسالت مآب ﷺ میں، فنا تھے تو یہ بات، ان کی زندگی کی، بالکل صحیح اور سچی عکاسی ہوگی۔"

عشقِ رسول اللہ ﷺ ہی، ان کی زندگی تھی اور عشقِ رسول ﷺ ہی، ان کا پیغام تھا۔ جو وہ اپنی گفتار اور کردار سے لوگوں کو دیتے رہے۔

اور عشقِ رسول ﷺ میں، وہ، کیسے گم تھے؟

اِس مختصر تحریر میں، اِس قدر، گنجائش نہیں کہ اس کا بیان ہوسکے۔

اس کا اندازہ لگانے کے لئے، ان کے نعتیہ دیوان سے، یہ شعر لکھ دینا، کافی ہے۔

جان ہے عشقِ مصطفیٰ، روز فزوں کرے خدا
جس کو ہو، درد کا مزہ، نازِ دوا اُٹھائے کیوں؟

اور ایک جگہ فرماتے ہیں:

بے نشانوں کا نشاں، مٹتا نہیں
مٹتے مٹتے، نام ہو ہی جائے گا

یہاں، یہ بات، قابلِ لحاظ ہے کہ ان کا عشق، دیوانگی نہیں تھا، جس میں روشنی وخرد کی قید وبند سے آزادی ہوتی ہے۔ بلکہ ان کا عشق، مرضیِ محبوب میں فنائیت سے عبارت تھا۔

اور یہ، عشق کا، وہ بلند وبالا مقام ہے، جہاں، آدمی کی اپنی کوئی خواہش اور اس کا کوئی

ارادہ نہیں رہتا، بلکہ اس کے حرکات وسکنات کی طرح، اس کا ارادہ بھی، مرضیِ محبوب کے تابع ہوجاتا ہے۔

اور یہ وہ مقام ہے، جس کو حدیث میں ارشاد فرمایا گیا: وَاَنْ یَّکُوْنَ ھَوَاہُ تَبِعًا لِّمَا جِئْتُ بِہٖ۔

کہ آدمی کی خواہش، اُس دین کے تابع ہوجائے جو آقائے نامدار، مدنی تاجدار علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عبارت تھا۔ اوران کی ساری علمی اور دینی کاوش میں یہی روح، کارفرما تھی۔

اوراس کے لئے مَقَالُ عُرَفَاء بِاِعْزَازِ شَرعٍ وَعُلَمَاء۔ کا مطالعہ کافی ہے، جس میں آپ نے شریعت کا اعزاز اوراس کا مقام، ظاہر کیا ہے۔ اور شرع سے آزاد، جاہل صوفیوں کا، رَدِّ بلیغ کیا ہے۔

اور اپنی بہت ساری دوسری تصانیف میں خلافِ شرع رسوم پر، سخت گرفت فرمائی ہے اور مسلمانوں کو، ان سے اجتناب کی تعلیم دی ہے۔ مثلاً: فرضی قبروں کی زیارت، عورتوں کا مزارات پر جانا، عرس کے موقعوں پر میلے اور تماشے، سجدۂ تعظیمی، تعزیہ داری، وغیرہ۔

ان سب سے بچنے اور پرہیز کرنے کی آپ نے سخت تاکید فرمائی ہے۔

آپ نے، مسلمانوں کو، نماز روزہ ودیگر اسلامی عبادات کی مکمل پابندی کا درس دینے کے ساتھ ہی اپنے آپ کو بھی، ان تعلیمات کا نمونہ بنا کر پیش کیا۔

مثلاً: ایک بار، وہ سخت، بیمار تھے اور مسجد تک چل کر نہیں جاسکتے تھے کہ جماعت سے نماز ادا کرسکیں۔

لیکن، جماعت کے اِہتمام کا، آپ کو اتنا خیال تھا کہ:

اِصرار کر کے، کرسی پر مسجد تک لے جائے گئے اور پھر آپ نے، باجماعت نماز ادا کی۔

اِتباعِ سنّتِ رسول اللہ ﷺ کا، آپ کی زندگی پر، ایسا غلبہ تھا کہ:

آپ نے ، ریاضی، توقیت، ہندسہ، جبر ومقابلہ وغیرہ کو بھی، خدمتِ دینِ مبین میں لگا دیا۔

حدیث نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام:

" اُطْلُبُوا الْعِلْمَ وَلَوْ بِالصِّیْنِ "۔

"یعنی علم، حاصل کرو، خواہ، اس کے لئے تمہیں، چین کا سفر کرنا پڑے"۔

سے ہدایت، حاصل کرتے ہوئے آپ نے ، دینی علوم کی تحصیل وتبلیغ واشاعت کے ساتھ ساتھ دنیاوی علوم وفنون کی بھی سیر کی۔ جو محض نظری، نہیں تھی بلکہ اس میدان میں ، ریاضی، توقیت، ہندسہ، جبر ومقابلہ جیسے وقیع موضوعات پر بڑے بڑے اصحابِ فکروفن سے ، اپنی صلاحیت ومہارت کا خراجِ تحسین، وصول کیا۔ مسلمانوں کے عمومی مفادات کے تحفظ اور مسلم معاشرہ کی اصلاح کے لئے آپ نے، اپنے فتاویٰ میں، جگہ جگہ، ہدایت فرمائی ہے اور اس سلسلے میں "تدبیرِ نجات وفلاح واصلاح" کے نام سے ایک رسالہ، تصنیف فرما کر، آپ نے شائع کیا۔

جس میں مسلمانوں کو، یہ ہدایت دی گئی کہ:

"وہ اپنے مقدمات، باہم، فیصل کریں۔ اور بڑے بڑے شہروں میں، بنک، قائم کریں۔ اور تعلیم وتجارت کی طرف، خصوصی توجہ دے کر، اپنی دنیا وعاقبت کو سنواریں۔

ضرورت ہے کہ اِن تعلیمات وہدایات کو، عام کیا جائے۔ اور ایسے عظیم دینی و علمی رہنما کی حیات وخدمات کی سچی تصویر، دنیا کے سامنے، پیش کی جائے تا کہ صحیح حقائق، مسلمانوں کے سامنے آکر، ان کی ہدایت ورہنمائی کر سکیں۔"

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ۔

محمد اختر رضا، قادری، ازہری۔ شب ۲۶ ربیع الاول ۱۴۰۹ھ۔

(ص ۲۔ امام احمد رضا نمبر ہفت روزہ "ہجوم" ذاکر نگر، نئی دہلی۔ دسمبر ۱۹۸۸ء)

(۲) جناب جاوید حبیب صاحب! ایڈیٹر، سات روزہ "ہجوم" نئی دہلی

سلام مسنون! مجھے، اِس خبر سے خوشی ہوئی کہ:

آپ ، اعلیٰ حضرت ، فاضلِ بریلوی علیہ الرحمۃ کی حیات اور علمی کارناموں سے روشناس کرانے کے لئے اپنے ہجوم کا ایک خصوصی شمارہ، شائع کر رہے ہیں۔ میں، اِس سلسلے میں آپ کی کامیابی کے لئے دعا کرتے ہوئے، اپنا ایک اِرتجالی تأثر پیش کر رہا ہوں۔

اعلیٰ حضرت، امام اہلِ سنت، مولانا شاہ، احمد رضا خاں صاحب علیہ الرحمۃ والرضوان ایک عظیم علمی خاندان کے روشن چراغ تھے۔ آپ کی تعلیمی نشو ونما، گھر ہی کی چار دیواری میں ہوئی اور وہ بھی، اِس شان سے کہ:

زمانہ کے ہر نشیب وفراز، ماحول کے ہر تقاضے پر بھی، گہری نظر کے حامل تھے۔ اعلیٰ حضرت، یوں تو، کثیر علوم وفنون میں یدِ طولیٰ رکھتے تھے لیکن، علمِ کلام وعلمِ فقہ ہی کے گرد، آپ کی فکر، گردش کرتی تھی۔ اس لئے آپ کی بحثیں، کتاب وسنت کے مواد سے لبریز ہوتی ہیں۔

اعلیٰ حضرت، فاضلِ بریلوی کے خاص فنون میں، ادبِ عربی وفارسی کے تمام فنون، علومِ نجوم رَمل، جَفر اور معقولات میں، منطق، فلسفہ، ہیئت، ہندسہ، جبر وحساب، تکسیر اور جغرافیہ تھے۔

اور ان میں اتنا عبور تھا کہ بلاشبہ، درجۂ اجتہاد پر، فائز تھے۔

ان فنون میں، آپ نے کتابیں بھی، تصنیف فرمائی ہیں۔

ایک فرد کے لئے، یکجا، اتنے علوم وفنون میں مہارتِ تامّہ، تائیدِ غیبی کے بغیر، ممکن نہیں۔

اعلیٰ حضرت، فاضلِ بریلوی کی علمی خدمات میں، دو نکتے، خاص اہمیت کے حامل ہیں۔ جن کی وجہ سے، ماضی وحال کے ماہرینِ علوم میں، آپ کو امتیازی مقام، حاصل ہوا۔

اول یہ کہ آپ نے علمی خدمات کو، فن برائے معاش، یا فن برائے ناموری، یا فن

برائے فن کے لئے، کبھی، استعمال نہیں کیا، بلکہ آپ نے اپنے تمام معلوم وفنون کو، علومِ دینیہ کی خدمت میں جھونک دیا اور اس میں خصوصیت میں آپ نے علمی مہارت کا، وہ ثبوت پیش کر دیا کہ:

کہیں، بھی، کسی قسم کی لوچ، نظر نہیں آتی۔

حد، یہ ہے کہ آپ نے، اپنے ذوقِ شاعری کو بھی، دینی کارناموں ہی کا پابند بنا دیا ہے۔

جب کہ آپ کی شاعری، جملہ اَصنافِ سخن، رفعتِ تخیل، دِقّتِ معانی، فکرِ بلیغ، حسنِ ادا، تمامی محاسنِ لفظی کی جامع بھی ہے۔

دوسرا نکتہ، اس موقع پر، یہ ہے کہ فنی تنوع کی یکجائی میں، جن لوگوں نے بھی، کوششیں کیں ان سے تسامحات اور لغزشوں کا صدور بھی، اس کثرت سے ہوا جس کی وسعت سے، انھوں نے علوم پر، اپنے دائرہ کو وسیع کیا۔

لیکن، اعلیٰ حضرت، فاضل بریلوی نے، سب سے زیادہ، غیر متعلق علوم کو، دین کا خادم بنا کر بھی، کہیں، قدم کو، بہکنے نہیں دیا اور اس مرحلہ میں آپ کو کسی لغزش کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔

ایں سعادت بزورِ بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

اعلیٰ حضرت، فاضلِ بریلوی کے علمی کارناموں، فکری اِصابت اور علمی ہمہ گیری پر اگر، کام کیا جائے، تو طویل وعریض دفاتر، تیار ہو سکتے ہیں۔

اس موقع پر، سب سے زیادہ افسوس ناک پہلو، یہ ہے کہ:

اعلیٰ حضرت، فاضلِ بریلوی کے وہ حاشیہ نشیں علما، جنھوں نے اپنی عمروں کے قیمتی اوقات اس بارگاہ سے علمی استفاضہ و استفادہ میں مصروف رکھے تھے۔ اور جن کے

سینوں میں اعلیٰ حضرت، فاضلِ بریلوی کے بے شمار علمی فیوض و برکات، محفوظ تھے، ایک ایک کر کے، جب ان کی صفیں ٹوٹ چکی ہیں۔ تب، کہیں، ہمیں، ہوش آیا ہے کہ اعلیٰ حضرت، فاضلِ بریلوی کی شخصیت پر، کام کیا جائے۔ اگر، وہ خوشہ چیں علما ہوتے تو آج، علمی ذخائر کا ایک اور عظیم دفتر، ہاتھ آ جاتا، جس کا تعلق، قرطاس وقلم سے نہ تھا۔

خیر! اب بھی کام کے مواد، بہت ہیں۔ ربِّ قدیر آپ کی جدوجہد کو کامیاب فرمائے۔ آمین

ضیاء المصطفیٰ، قادری (شیخ الحدیث) دار العلوم اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ، یوپی

(ص ۲۔ امام احمد رضا نمبر ہفت روزہ "ہجوم" ذاکر نگر، نئی دہلی۔ دسمبر ۱۹۸۸ء)

دار القلم اور قادری مسجد کی پہلی تعمیر، عارضی تھی۔ جس کا کئی سال تک، استعمال ہوتا رہا۔ اس کے بعد، نقشہ کے مطابق، مستقل تعمیر ہوئی۔ قادری مسجد کی پہلی تعمیر کا سنگِ بنیاد، میں نے حضرت ازہری میاں سے رکھوایا تھا۔ یہ بات، تقریباً، پچیس سال، پہلے کی ہے۔

حضرت ازہری میاں کا ایک بڑا کارنامہ، مَرکَزُ الدِّرَاسَاتِ الْاِسْلَامِیَّہ۔

معروف بہ جامعۃ الرضا، بریلی شریف کا قیام ہے، جو، وسیع وعریض رقبے میں شاندار رقبوں پر مشتمل ہے۔ اور جس میں تعلیم وتعلم کا، شب وروز، سلسلہ، جاری ہے۔

حضرت ازہری میاں علیہ الرحمہ کی متعدد تصانیف ہیں۔ آپ نے، کئی کتب ورسائل رضویہ کو، عربی سے اردو اور اردو سے عربی میں منتقل کیا۔ متعدد عربی تحریریں، مختلف عرب ممالک سے شائع ہو چکی ہیں۔

یہاں، ایک واقعہ کا ذکر، برمحل ہوگا کہ:

"ایک بار، بریلی شریف، حاضر ہوا۔ بارگاہِ امام احمد رضا میں حاضری وفاتحہ خوانی کے بعد قریب ہی کے آپ کے دولت کدہ پر بھی، برائے ملاقات، حاضر ہوا۔

یہاں، کئی عقیدت مند زائرین، منتظرِ زیارت تھے، جنھیں بتایا گیا تھا کہ:

حضرت کی زیارت وملاقات، اِس وقت نہیں ہو سکے گی۔

خیر! جب میں پہنچا تو مجھے پہچان کر، اندر اطلاع کی گئی۔

اور صدر دروازے کے عقبی حصے میں مجھے پہنچا دیا گیا۔

یہاں ایک مخصوص کمرے میں حضرت، بڑے انہماک کے ساتھ، کچھ سُن رہے تھے اور ان کے سامنے، ایک نوجوان عالم، کچھ پڑھ رہے تھے۔ کمرے کے اندر، داخل ہوا، تو عبارت خوانی اور سماعت کا سلسلہ، جاری تھا۔ صحیح وشستہ عبارت خوانی، سُن کر، دل میں خیال آیا کہ:

یہ نوجوان عالم، کوئی مصباحی، لگ رہے ہیں۔

بہرحال! قریب پہنچ کر، جب میں نے سلام کیا تو اس نوجوان عالم نے عبارت خوانی کا سلسلہ، موقوف کر کے حضرت کو، میرا نام لے کر بتایا کہ فلاں صاحب، تشریف لائے ہوئے ہیں۔ حضرت نے سلام کا جواب دیا اور خیر وعافیت پوچھنے کے بعد، اندر سے، ناشتہ منگایا۔

اِس دوران، اس نوجوان عالم نے بتایا کہ:

اعلیٰ حضرت کے فلاں رسالہ کی، حضرت نے تعریب کی ہے، جسے، میں پڑھ کر سنا رہا ہوں۔

موقع غنیمت سمجھتے ہوئے، میں نے حضرت سے عرض کیا کہ:

اگر، فتاویٰ رضویہ، جلدِ اوّل کی تعریب ہو جائے تو یہ بڑا کام ہوگا اور ایک بڑی دینی وعلمی خدمت ہوگی۔ اِس کے ساتھ ہی، عالمِ عرب کے علماء وفقہائے کرام پر آپ کا علم وفضل اور تفقُّہ بھی، واضح ہو جائے گا۔

میرا معروضہ، سُن کر حضرت نے فرمایا کہ:

کچھ لوگ، کنزالایمان (فی ترجمۃ القرآن) کی تعریب کا مشورہ دے رہے ہیں۔

میں نے عرض کیا کہ اس کی کوئی خاص ضرورت نہیں۔ جب کہ فتاویٰ رضویہ، جلدِ اوّل کی تعریب، ایک بڑی دینی وعلمی خدمت ہے اور اس کی ضرورت اہمیت بھی ہے۔

حضرت نے فرمایا: اچھا۔ اور اس کے بعد، کسی ضرورت سے اندر تشریف لے گئے۔ نوجوان عالم نے، اپنا تعارف کراتے ہوئے کہا: میرا نام، عاشق حسین ہے۔ اشرفیہ میں میری تعلیم ہوئی ہے۔ میں نے، اشرفیہ میں کئی بار، آپ کو دیکھا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔

اِس کے ساتھ ہی، یہ بھی کہا کہ آپ نے بہت اچھا کیا کہ:

فتاویٰ رضویہ، جلد اوّل کی تعریب کی، آپ نے گزارش کی۔ میری بھی ایسی ہی خواہش تھی۔ مگر، اس خواہش کو، حضرت کی خدمت میں پیش کرنے کی ابھی تک، ہمت نہیں کر سکا تھا۔

اب، جب کہ آپ نے حضرت سے عرض کر دیا ہے، تو میرے لئے کچھ کہنا، آسان ہو گیا ہے۔

میں نے، انھیں، تاکید کی کہ موقع موقع سے حضرت سے، اس کی آپ، یاددہانی کرتے رہیں اور کسی طرح، یہ کام کرا ہی لیں۔

یہ گفتگو، جاری تھی کہ حضرت، اندر سے تشریف لائے۔ اور پھر، آپ سے متعدد موضوعات پر، میری گفتگو کا سلسلہ، شروع ہوا۔

بہرحال! بعد کی ایک ملاقات میں، مولانا عاشق حسین نے بتایا کہ:

فتاویٰ رضویہ، جلد اوّل کی تعریب کا کام شروع ہو چکا ہے۔ اور حضرت نے

اچھا خاصا کام کرادیا ہے۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ۔

حضرت ازہری میاں علیہ الرحمۃ سے متعلق اپنی چند یادداشتوں پر مشتمل ایک مختصر مضمون میں، حضرت مولانا مفتی مطیع الرحمٰن، رضوی، ایک واقعہ، بیان کرتے ہیں:

''اِس وقت، سال تو نہیں یاد آرہا ہے۔ مگر، یہ اچھی طرح یاد ہے کہ:

جب، پہلی بار، کیرالہ کے مرکز الثقافۃ السنیۃ، کالی کٹ سے شیخ ابوبکر، شافعی مدظلہٗ اور الجامعۃ السعدیہ سے شیخ عبدالقادر، شافعی علیہ الرحمۃ بریلی شریف، حاضر ہوئے اور رضا مسجد میں نماز ادا کی اور اپنے مذہب شافعی کے مطابق، رفع یدین کیا۔

پھر، باہر آکر لوگوں سے دریافت کیا:

اَیْنَ الشیخ الازہری ؟ ۔

(حضرت ازہری صاحب کہاں، تشریف رکھتے ہیں؟)

مگر، لوگوں نے غیر مقلد سمجھ کر، اِلتفات ہی نہیں کیا۔ لیکن، ایک طالب علم، حضرت ازہری صاحب علیہ الرحمۃ کے دولت کدے کے بالائی منزل پر واقع، ازہری دارالافتاء میں آیا۔

یہاں، اُس وقت، حضرت علیہ الرحمۃ، مولانا یٰسین اختر مصباحی اور یہ فقیر، علمی مذاکرہ میں مصروف تھے۔

آتے ہی، اس طالب علم نے کہا: حضرت! دو غیر مقلدین، آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔ منع کردوں؟

میں نے، اسے ڈانٹنے کے سے انداز میں کہا: تم، اجازت لینے آئے ہو، یا۔ حکم سنانے؟ پھر، حضرت علیہ الرحمۃ سے عرض کیا: حضور! وہ، غیر مقلد نہیں، قادیانی ہوں تو، ان سے آپ ملنے نہیں جارہے ہیں۔ وہ آپ سے ملنے آرہے ہیں۔ آنے دیں۔ ہوسکتا ہے، خدا،

ان کو ہدایت دے دے۔ مصباحی صاحب نے بھی، میری تائید کی۔ اور حضرت علیہ الرحمۃ نے، اس طالب علم سے فرمایا: اچھا۔ آنے دو۔

اس پر، وہ طالب علم، واپس آگیا اور سفید جبہ میں ملبوس، سر پر مخصوص انداز کے عمامے سجائے ہوئے، دو اشخاص، زینے سے برآمد ہوئے اور ایک ہی سانس میں کہا:

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ! نَحْنُ مَعَکُمْ فِی تَکْفِیْرِ الْوَھَابِیَّۃِ مِأَۃً بِالْمِأۃِ۔

یعنی، ہم لوگ، وہابیوں کی تکفیر کے سلسلے میں، صدفی صد، آپ حضرات کے ساتھ ہیں۔

اس سے، ہم لوگ، سمجھ گئے کہ یہ غیر مقلد، نہیں ہوسکتے۔ ایسا لگتا ہے کہ سنّی شافعی ہیں۔ اور سلام کا جواب دیتے ہوئے کھڑے ہوگئے اور اَھْلاً وَّسَھْلاً۔ کہہ کر مصافحہ و معانقہ کیا۔

پھر، حضرت علیہ الرحمۃ نے، انٹرکام سے گھر میں اطلاع دے کر بہت ہی پرتکلف ناشتہ اور چائے منگائی۔ اُس وقت، یہ حضرات، اردو، بالکل نہیں، بول پاتے تھے۔ بلکہ صحیح طور سے سمجھ بھی نہیں پارہے تھے، اس لئے عربی میں گفتگو، شروع ہوئی۔ ہر چند کہ شافعی حضرات کو حدیث و تفسیر سے شغف، زیادہ ہوتا ہے، مگر، ہم نے دیکھا کہ: کسی بھی موضوع پر، وہ حضرات، اگر، دو یا تین حدیثیں، پیش کرتے تو، حضرت علیہ الرحمۃ اسی عنوان پر، پانچ چھ حدیثیں، کتابوں کے حوالوں کے ساتھ پیش فرمادیتے۔ وہ حضرات، اگر کوئی آیت، تلاوت کرتے اور اس کی تفسیر میں ایک، یا دو کتابوں کی عبارتیں پڑھتے، تو، حضرت علیہ الرحمۃ، چار پانچ تفسیروں کی عبارتیں سنادیتے۔ جس سے، ان حضرات کے ساتھ، میں اور مصباحی صاحب بھی استعجاب و حیرت کے ساتھ، حضرت علیہ الرحمۃ کا، منہ تکنے لگتے۔ اور دل، اِس اعتراف پر مجبور ہوا کہ:

یہ دراصل، امام احمد رضا و حجۃ الاسلام اور حضور مفتی اعظم علیہم الرحمۃ والرضوان کے فیضانِ علمی کا ثمرہ ہے۔

(تحریر: حضرت مفتی مطیع الرحمٰن، رضوی، بانی و سربراہ جامعہ نوریہ۔ شامپور۔ رائے گنج، بنگال)

آپ کا شاعرانہ ذوق، بہت بلند تھا۔ آپ نے، بہترین نعتیں لکھیں۔

آپ کا نعتیہ دیوان ''سفینۂ بخشش''، کافی مقبول ہے۔

ملک سے باہر، آپ نے، بے شمار تبلیغی دَورے کیے۔

ملک و بیرونِ ملک، آپ کے مریدین و متوسلین کی کثیر تعداد، پائی جاتی ہے۔

آپ نے، ایک بار، جامعہ ازہر، مصر کا دَورہ کیا تو اس کے متعدد، جلیل القدر اساتذہ اور بہت سے طلبہ سے آپ کی ملاقاتیں اور نشستیں ہوئیں۔ اور آپ، چوں کہ ازہری ہونے کے ساتھ، اپنے ملک و وطن، ہندوستان کے مقتدر، عالم و مفتی اور مقبولِ خواص و عوام تھے، اِس لئے جامعہ ازہر نے اپنے اِس ممتاز فرزند کو ''اَلدِّرْعُ الْفَخْرِی'' یعنی، تمغۂ اعزاز بخشا۔

جیسا کہ اپنے اپنے ملک کے اندر، نمایاں دینی و علمی خدمات، انجام دینے والے اپنے دیگر ممتاز فرزندوں کو، وہ، یہ تمغہ، پیش کرتا رہتا ہے۔

بہت دنوں سے حضرت ازہری میاں، علیل اور زیرِ علاج تھے۔ علاج کے سلسلے میں نئی دہلی کے ایک ہاسپٹل میں، کئی دن رہے۔ میں نے ۱۱ستمبر۲۰۱۷ء کو، ہاسپٹل پہنچ کر، آپ کی عیادت کی۔

ایک اخباری رپورٹ میں اس کا ذکر، اس طرح کیا گیا ہے:

نئی دہلی: (پریس ریلیز)

تاج الشریعہ، حضرت مفتی اختر رضا خاں ازہری میاں، جماعتِ اہلسنت کے نمایاں اور عظیم عالم دین ہیں اور اعلیٰ حضرت و مفتی اعظم ہند کے علوم کے مظہر ہیں۔

گزشتہ تین چار دنوں سے سخت علیل ہیں اور دہلی کے ایک پرائیویٹ اسپتال بی ایل کپور، راجند پلیس میں داخل ہیں۔

آج، جماعتِ اہل سنت کے عظیم عالم دین، مولانا یٰسین اختر مصباحی، الحاج سعید نوری رضا اکیڈمی، ممبئی اور مولانا عبد المصطفیٰ، رودولوی نے اسپتال پہنچ کر ان کی عیادت کی۔

حضرت مفتی ازہری میاں کے ساتھ، مستقل طور پر، ان کے خادمِ خاص اور مولانا عسجد رضا خاں بریلوی کے داماد، مولانا عاشق حسین، رضوی کے صاحب زادے محمد ضیاء الدین برکاتی، مولانا اشرف الکوثر مصباحی اور مولانا ظفر لدین برکاتی، مدیر اعلیٰ ماہ نامہ کنز الایمان، دہلی، وغیرہ بھی موجود تھے۔ (مطبوعہ: روز نامہ انقلاب، نئی دہلی۔۱۲ستمبر۲۰۱۷ء)

حضرت ازہری میاں، خانوادۂ رضا میں، افکارِ رضا و علوم رضا اور کردارِ رضا کے وارث تھے۔ آپ کا، سانحۂ اِرتحال، کسی شہر و صوبہ کا نہیں، بلکہ ہند و پاک کے سوادِ اعظم اہل سنت و جماعت کا غم اور نقصانِ عظیم ہے۔ بلکہ ان دونوں ممالک کی سرحدوں سے آگے کا بھی ایسا غم اور ایسا عظیم نقصان ہے جس کی تلافی کی صورت، مستقبل قریب میں، دور دور تک، نظر نہیں آتی۔

یہی وجہ ہے کہ آپ کی وفاتِ حسرت آیات کی خبر، چند لمحات میں شرق و غرب میں پھیل گئی اور اہل سنّت کی صفوں میں، ہر طرف، ایک ہنگامہ اور کہرام، بپا ہو گیا۔

آج کا، سوشل میڈیا، یوں تو، بہت سی خرابیوں اور برائیوں کا مجموعہ ہے لیکن، اس کا، یہ ایک مثبت پہلو بھی ہے کہ ہنگامی و بحرانی حالات کی خبر دنیا کے، اِس سرے سے اُس سرے تک، منٹوں، سیکنڈوں میں دی جا سکتی ہے۔

چنانچہ، خود مجھے، حضرت ازہری میاں کے انتقال کی خبر، بیس پچیس منٹ کے اندر ہی مل گئی اور چوں کہ یہ انتقال، بعد نمازِ مغرب ہوا تھا، اِس لئے فوری طور پر، میں نے ''الجامعۃ

القادریہ'' دارالقلم، دہلی میں، اگلی صبح کو، قرآن خوانی وایصالِ ثواب کا انتظام کر دیا۔

۲۰ جولائی کو آپ کے سانحۂ ارتحال کی شب میں ایک تعزیتی نشست ہوئی۔

جس کی رپورٹ، درج ذیل ہے:

نئی دہلی۔ پریس ریلیز)

کبھی کبھی، محاورے بھی بولنے لگتے ہیں، جیسے آج، طویل علالت کے بعد، خانوادۂ رضا بریلی شریف کے دینی وعلمی چشم وچراغ اور عالم اسلام کے علمائے اسلام، مشائخ طریقت اور سوادِ اعظم اہل سنت و جماعت کے دینی پیشوا، حضرت علاّ مہ اختر رضا خاں، ازہری، بریلوی کے وصال پر، سب کی زبان سے بے ساختہ یہی نکل رہا ہے کہ: ''علم وعمل اور شہرت ومقبولیت کا جہان اٹھ گیا۔''

یہ حقیقت ہے کہ تاج الشریعہ، خانوادۂ رضا میں افکارِ رضا، علوم رضا اور کردارِ رضا کے امین و پاسبان تھے۔ اس طرح حضرت تاج الشریعہ کا وصال، ملک وملّت اور سوادِ اعظم اہلِ سنت و جماعت کے لئے نا قابل تلافی نقصان عظیم ہے۔

حضرت کے وصال کی خبر ملتے ہی جامعہ قادریہ دارالقلم میں اظہارِ تعزیت اور دعائے مغفرت کی محفل منعقد ہوئی، جس میں علاّ مہ یٰسین اختر مصباحی نے، اِس طرح اپنے کرب و اضطراب کا اظہار کیا۔

رضوی کتاب گھر، دہلی کے مالک، حافظ قمر الدین رضوی نے کہا کہ: ''حضرت تاج الشریعہ، ہمارے پیر و مرشد، حضرت مفتی اعظم ہند کے نائب وعلمی جانشین تھے اور آپ نے ہی ہمارے کتب خانہ، رضوی کتاب گھر، مٹیا محل کا افتتاح فرمایا تھا۔''

مولانا محمد ظفر الدین برکاتی، مدیر اعلیٰ ماہ نامہ کنز الایمان، دہلی نے کہا کہ: ماہ نامہ کنز الایمان کا اگلا شمارہ، حضرت تاج الشریعہ کی حیات وخدمات پر قلمی خراج عقیدت ہوگا۔

مولانا ارشاد عالم نعمانی نے کہا کہ: ''یہ محاورہ، آج اپنی اصلی اور حقیقی صورت میں ظاہر ہو رہا ہے۔''

دارالقلم میں منعقدہ مجلس میں قادری مسجد کے امام وخطیب، مولانا فیضان احمد نعیمی، مولانا امجد رضا علیمی، قاری رضوان، مولانا منظر امن مصباحی، مولانا نبیل اختر آفاقی، وغیرہ موجود تھے۔

کل صبح، دارالقلم، جامعہ حضرت نظام الدین اولیا، ذاکر نگر، جامعہ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی مدن پور کھادر، جامعہ اسلامیہ، جیت پور وغیرہ میں قرآن خوانی ہوگی اور تعزیتی محفلوں میں دعائے مغفرت وترقی درجات ہوگی۔

(روز نامہ انقلاب۔ نئی دہلی وغیرہ۔ مؤرخہ ۲۱ جولائی ۲۰۱۸ء)

ذیل کی رپورٹ، قرآن خوانی وفاتحہ خوانی مختصر تقریب سے متعلق ہے۔

نئی دہلی (۲۱ر جولائی۔ پریس ریلیز)

عالم اسلام کی مشہور ومعروف دینی وعلمی اور روحانی شخصیت تاج الشریعہ، حضرت علاّ مہ اختر رضا خاں ازہری علیہ الرحمۃ والرضوان کے لئے آج، مورخہ ۲۱ر جولائی، بعد نمازِ فجر، الجامعۃ القادریہ، دارالقلم، قادری مسجد، ذاکر نگر، دہلی میں قرآن خوانی اور مجلسِ ایصالِ ثواب کا اہتمام کیا گیا۔ جس میں ادارہ کے جملہ اساتذہ اور طلبہ نے شرکت کی۔ پہلے، قرآن خوانی کی گئی، پھر مجلسِ فاتحہ خوانی کا انعقاد ہوا۔ جس میں، مفکرِ اہلِ سنت، حضرت علاّ مہ یٰسین اختر مصباحی صاحب قبلہ نے شرکت کی اور انھوں نے، حضرت تاج الشریعہ کی روحِ مبارکہ کو ایصالِ ثواب کے لیے، دعا کی۔

اس مجلس ایصالِ ثواب میں مولانا ارشاد عالم نعمانی، مولانا امجد رضا علیمی، قاری محمد رضوان بریلوی، قاری محمد عقیل، ٹانڈہ، وغیرہم شریک ہوئے۔

اخیر میں، جملہ حاضرین کے درمیان، شیرینی، تقسیم کی گئی۔ علامہ یٰسؔ اختر مصباحی نے حضرت ازہری میاں کی شخصیت پر مختصراً، روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا کہ:

موجودہ عہد میں، خانوادۂ رضویہ، بریلی شریف اور جماعت اہل سنت کی عظیم دینی وعلمی شخصیت، حضرت تاج الشریعہ کی ذاتِ گرامی تھی۔ جن کے علم وفضل کا ایک زمانہ،

معترف ومداح ہے۔ آپ کے سانحہ ارتحال سے، اہل سنت میں جو علمی وروحانی خلا ہو گیا ہے۔ مدتوں بعد، یہ خلا پُر ہو سکے گا۔ اللہ تعالیٰ آپ کے پس ماندگان کو صبرِ جمیل بخشے۔ اور جماعت اہل سنت کو آپکا بدل، عطا فرمائے۔ آمین

<u>جاری کردہ</u>   <u>بتاریخ</u>

محمد آصف جمال مصباحی   ۶ رذوالقعدہ ۱۴۳۹ھ

دارالقلم، ذاکر نگر، نئی دہلی (7838794869)   ۲۱ رجولائی ۲۰۱۸ء

ای میل: ajkhan1991@gmail.com   بروز شنبہ

ایک جلسہ، بیادِ حضرت ازہری میاں کی رپورٹ بھی، ملاحظہ فرمائیں:

نئی دہلی۔ 23 رجولائی (پریس ریلیز)

تاج الشریعہ، حضرت علاّمہ مفتی اختر رضا خاں، قادری، ازہری، بریلوی کی بارگاہ میں خراجِ عقیدت، پیش کرنے کے لئے الجامعۃ القادریہ، دارالقلم، ذاکر نگر، نئی دہلی میں ایک جلسہ عام انعقاد ہوا، جس میں جامعہ مِلّیہ اسلامیہ، نئی دہلی ودیگر یونیورسٹیوں کے طلبہ وائمہ مساجد اور جامعہ نگر کے علما اور عوام وخواص نے شرکت کی۔ اور حضرت تاج الشریعہ کے وصال پر، رنج و غم کا اظہار کرتے ہوئے آپ کے وصال کو، مِلّتِ اسلامیہ کا بڑا خسارہ بتایا۔

قاری انوار احمد، استاذ جامعہ ہذا کی تلاوت سے جلسہ کا آغاز ہوا۔ پھر، قاری رضوان، قادری نے حضور تاج الشریعہ کی لکھی ہوئی نعت سے سامعین کو محظوظ کیا۔ نظامت کے فرائض مولانا اشرف الکوثر، مصباحی (ریسرچ اسکالر جامعہ مِلّیہ اسلامیہ) نے، انجام دیے۔

مفکرِ اہل سنت، مولانا یٰسین اختر مصباحی نے، اپنے صدارتی خطاب میں فرمایا کہ:

''حضرت تاج الشریعہ، علاّمہ ازہری میاں، خانوادۂ رضویہ کے عظیم علمی و روحانی فرزند تھے۔ آپ، امام احمد رضا، بریلوی کے علوم کے سچے اور حقیقی داعی ووارث تھے۔ حضور مفتی اعظم علاّمہ الشاہ مصطفیٰ رضا، قادری، برکاتی کے جانشین تھے۔ آپ نے، اپنی پوری زندگی، علم وروحانیت کی زبردست مثالی

خدمت، انجام دی۔ عظیم منصوبے پر مشتمل آپ کا قائم کردہ ادارہ، جامعۃ الرضا، بریلی، ایسا شاندار دینی وعلمی کارنامہ ہے، جسے، رہتی دنیا تک، یاد رکھا جائے گا۔ آپ نے، درجنوں، علمی وفقہی تصانیف، حواشی اور تراجم سے علمی دنیا کو فیض یاب کیا اور یہ دینی وعلمی خدمات، ہمیشہ، قوم کی دینی رہنمائی کا فریضہ، انجام دیتی رہیں گی۔''

انجینئر، سید فضل اللہ چشتی، چیئرمین، فلاح فاؤنڈیشن، نئی دہلی نے حاضرین کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ:

''تاج الشریعہ، ایک سچے عاشق رسول تھے۔ آپ کا نعتیہ دیوان، سفینۂ بخشش، آپ کی شاعرانہ عظمت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ آپ، ایک باعمل عالم تھے۔ اپنے بزرگوں کی یادگار تھے۔ خانوادۂ رضویہ، بریلی شریف کی آبرو اور جماعتِ اہل سنت کا وقار تھے۔''

مولانا اقلیم رضا، مصباحی نے کہا:

''حضرت تاج الشریعہ، عربی زبان وادب پر، کامل دسترس رکھتے تھے۔

آپ کی عربی دانی اور علوم میں مہارت کا اعتراف، دنیا کے بڑے بڑے اہل علم نے کیا ہے۔ آپ نے، اعلیٰ حضرت، امام احمد رضا، قادری کی کتابوں کے، جو عربی زبان میں ترجمے کیے ہیں، وہ آپ کی عربی زبان وادب میں مہارت کا جیتا جاگتا نمونہ ہے۔

ان حضرات کے علاوہ، متعدد اہلِ علم نے حضرت تاج الشریعہ کی علمی دینی اور قلمی خدمات پر، روشنی ڈالی۔ شرکائے جلسہ میں، مولانا محمد ظفر الدین برکاتی، ایڈیٹر ماہ نامہ کنز الایمان دہلی، مولانا ارشاد عالم نعمانی، مولانا شہباز عالم مصباحی، مولانا نیاز احمد مصباحی، ماسٹر نور الضحیٰ پوکھریروی، مولانا امجد رضا علیمی، مولانا فیضان احمد نعیمی، خطیب وامام قادری مسجد، مولانا محمد عمران، ازہری، خطیب وامام رضا مسجد، ذاکر نگر، نئی دہلی، مولانا زین

اللہ نظامی، خطیب وامام غوثیہ مسجد، جسولہ وہار، نئی دہلی، مولانا سید عتیق عالم ازہری، پرنسپل
جامعہ حضرت نظام الدین اولیا، نئی دہلی، مولانا طارق بریلوی، مولانا نبیل اختر آفاقی، قاری
محمد آفتاب، مسجد خلیل اللہ بٹلہ ہاؤس، ایڈووکیٹ شاہنواز وارثی، توفیق مصباحی، اے این
آئی، مولانا ابرار رضا مصباحی، آسی فاؤنڈیشن، نئی دہلی، مولانا معراج احمد مصباحی، جامعہ
ملّیہ اسلامیہ، نئی دہلی، مولانا منظر امین مصباحی، مولانا انظار احمد مصباحی، جامعہ ملّیہ
اسلامیہ، نئی دہلی، مولانا عبدالباری برکاتی کے علاوہ الجامعۃ القادریہ، دارالقلم کے بھی اساتذہ
وطلبہ اور اہل سنّت اکیڈمی، ذاکر نگر، نئی دہلی کے بہت سے اراکین وممبران، شریک رہے۔

اخیر میں صلوٰۃ وسلام اور حضرت مصباحی صاحب کی دعا پر، جلسہ کا اختتام ہوا۔

جاری کردہ	بتاریخ
محمد آصف جمال مصباحی	۶/ ذوالقعدہ ۱۴۳۹ھ
دارالقلم، ذاکر نگر، نئی دہلی (7838794869)	۲۱/ جولائی ۲۰۱۸ء
ای میل: ajkhan1991@gmail.com	بروز شنبہ

یہ دونوں رپورٹیں، روزنامہ، انقلاب، نئی دہلی وروزنامہ، صحافت، نئی دہلی وغیرہ میں
شائع ہو چکی ہیں۔ نیز، سوشل میڈیا میں بھی، وائرل ہو چکی ہیں۔

خبرِ انتقال کے بعد، یہ انتظار کرتا رہا کہ نمازِ جنازہ کا صحیح وقت، معلوم ہو جائے تو، دہلی
سے، بریلی شریف کے لئے، رختِ سفر، باندھوں۔ خدا خدا کر کے، یہ معلوم ہوا کہ بروز اتوار
(۲۲/ جولائی) بوقت دس بجے دن اسلامیہ کالج، بریلی شریف کے گراؤنڈ میں آپ کی نمازِ
جنازہ ہوگی۔ میرے لئے گاڑی کا انتظام ہو گیا اور میں نے ارادہ کیا کہ: ہفتہ کی رات میں
کسی وقت، نکلوں گا اور صبح تک، بریلی شریف پہنچ کر نمازِ جنازہ میں، شرکت کروں گا۔ لیکن،
دَم بہ دَم، یہ خبر ملتی گئی کہ ملک کے مختلف حصوں سے شریکِ جنازہ ہونے کی نیت سے بریلی
پہنچنے والوں کا ہجوم بڑھتا جا رہا ہے کہ:

’’شہر بریلی کے ایڈمنسٹریشن نے، باہر سے آنے والی گاڑیوں کو اسلامیہ کالج
سے، میلوں دور، روکنے کا اعلان کر دیا ہے۔‘‘

اِدھر، میرے لئے، زیادہ پیدل چلنا، مشکل ہے، اِس لئے، باحسرت ویاس اپنا ارادۂ
سفر، ملتوی کرنا پڑا، اور اب، ارادہ ہے کہ:

عرسِ چہلم میں، ان شاء اللہ، شرکت وحاضری بارگاہ رضوی کی سعادت، حاصل کروں
گا۔ ۱۴/ محرم ۱۴۰۲ھ/ نومبر ۱۹۰۱ء کو، جب، سیدی ومرشدی، حضور مفتی اعظم کا وصال ہوا تھا
اُس وقت، میں، جامعہ اشرفیہ، مبارک پور میں خادمِ تدریس تھا۔

حضرت کی خبرِ وصال کے ساتھ ہی، بہت سے اساتذہ وطلبہ، شاہ گنج ریلوے اسٹیشن
پہنچ گئے اور جسے، جس ڈبے میں، داخل ہونے کی گنجائش ملی وہ، اس کے اندر، داخل ہو کر،
اٹھتے بیٹھتے، سوتے جاگتے، کسی طرح، بریلی پہنچ گیا۔

بریلی، ریلوے اسٹیشن پر، مجھے، سرکارِ کلاں، حضرت مولانا سید مختار اشرف، کچھوچھوی
(متوفی ۱۹۹۶ء) اور، رئیس القلم، حضرت علاّمہ ارشد القادری (متوفی ۲۰۰۲ء) کی زیارت
ہوئی جو اپنے کسی مستقر سے، کشاں کشاں، یہاں تک، پہنچ گئے تھے۔

حضرت علاّمہ ارشد القادری کے حکم پر، میں نے نمازِ جنازہ کا آنکھوں دیکھا حال، تحریر
کر دیا تھا، جو، عرسِ چہلم، حضور مفتی اعظم کے موقع پر مفتی اعظم نمبر، پندرہ روزہ، رفاقت،
سلطان گنج، پٹنہ، میں شائع ہو چکا ہے۔

اس نمبر کے لئے حضرت علاّمہ نے، اپنا ایک قاصد، پٹنہ سے اشرفیہ، مبارک پور بھیجا
تھا۔ جس کے ساتھ، میرے اور صدیق محترم، مولانا افتخار احمد، قادری، مصباحی (موجودہ شیخ
الحدیث دارالعلوم قادریہ غریب نواز، لیڈی اسمتھ، ساؤتھ افریقہ) کے نام، آپ کا ایک حکم
نامہ تھا کہ:

’’آپ دونوں حضرات، اس نمبر کے لیے خود بھی، مضامین لکھیں اور دوسرے

حضرات سے بھی لکھوائیں"۔

میرا مذکورہ مضمون، بعد کی ایک شائع کردہ کتاب "تین برگزیدہ شخصیتیں" مطبوعہ دارالقلم، دہلی میں بھی، شامل ہے۔

حضرت مفتیِ اعظم کی نمازِ جنازہ کے شُرکا کی بھیڑ، مثالی اور تاریخی تھی۔ نمازِ جنازہ میں شرکت کے بعد، کئی علما، نَومحلّہ مسجد، متصل اسلامیہ کالج میں بیٹھ گئے کہ: بھیڑ: جب کم ہوگی، تو محلّہ سوداگران، پہنچ کر، قبرِ مبارک پر، حاضری دی جائے گی۔ انتظار کے یہ لمحات، اتنے طویل ہوگئے کہ گھنٹوں بعد، محلّہ سوداگران پہنچنے کی نوبت آئی۔ درمیانی عرصے میں مسلسل موضوع، شرکائے نمازِ جنازہ کی بھیڑ ہی تھی۔

حضرت علاّمہ ارشد القادری و دیگر متعدد علما کی اِس محفل میں راقمِ سطور بھی شامل تھا۔

حضرت ازہری میاں علیہ الرحمۃ والرضوان کی نمازِ جنازہ کی بھیڑ کے بارے میں بعض شرکائے نمازِ جنازہ اور سوشل میڈیا کے ذریعہ، جو کچھ معلوم ہوا۔

اس سے، اندازہ ہوتا ہے کہ اِس نمازِ جنازہ میں، مذکورہ نمازِ جنازہ سے بھی، زیادہ، بھیڑ تھی۔

جس کے، یہ دو ظاہری اَسباب، خاص طور پر، قابلِ لحاظ ہیں:

(۱) ذرائع ابلاغ اور وسائلِ سفر کی سہولت و کثرت۔

(۲) معاشی خوش حالی اور مالی وسائل کی فراوانی۔

از ہر ہند، الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور میں حضرت ازہری میاں کی خبرِ سانحہ ارتحال کے ساتھ ہی، قرآن خوانی وایصالِ ثواب کا اِہتمام کرکے، دو دن کی تعطیل کا اعلان کردیا گیا۔

اور آٹھ دس، بڑی بسوں، متعدد چھوٹی گاڑیوں، نیز، ٹرینوں کے ذریعہ، طلبہ و اساتذۂ اشرفیہ کی ایک بڑی تعداد، بریلی شریف پہنچ کر، شریکِ نمازِ جنازہ ہوئی۔

بہرحال! حضرت ازہری میاں کی نمازِ جنازہ میں شرکت کے لیے جتنی بھیڑ، دور دراز سے بریلی پہنچی تھی اور خود ضلع بریلی اور اَطراف وجوانب سے سے جمع ہوئی تھی وہ اتنی بے مثال اور تاریخی تھی کہ ہندوپاک کی کسی نمازِ جنازہ میں میرے علم واطلاع کے مطابق، لاکھوں کی ایسی بھیڑ، نہ دیکھی گئی اور نہ ہی سنی گئی۔ رہ گئی، یہ بات کہ اس بھیڑ کی تعداد کیا ہوگی؟ تو، اس سلسلے میں، جو کچھ، میں نے، اوپر، بیان کردیا ہے، وہ، بہت کافی ہے۔

اور، یہ ایک مشاہداتی حقیقت ہے کہ:

"بریلی کا اسلامیہ کالج گراؤنڈ ہی نہیں، بلکہ بریلی کی شاہراہیں بھی بے شمار انسانی وجود اور انسانی سَروں کے، مَدّ وجزر سے، سیلاب کی طرح، اُبل رہی تھیں۔"

سیدی ومرشدی، حضور مفتیِ اعظم اور حضرت ازہری میاں علیہما الرحمۃ والرضوان کی نمازِ جنازہ میں شریک ہونے والے مسلمانوں کی بے تحاشا بھیڑ جہاں، ان کے قبول فی الخلق کا ایک قابلِ صد رشک مظاہرہ ہے وہیں، حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ سے منقول روایت کے مطابق ایک علامتِ حقانیت بھی ہے کہ:

"جنازے، صحیح العقیدہ وفاسد العقیدہ اور اہلِ حق واہلِ باطل کا فیصلہ اور اعلان کردیا کرتے ہیں کہ جنازہ اٹھنے، یا۔ قبر میں جانے کے بعد، حق وباطل کا، خود بخود، فیصلہ ہوجائے گا"۔

امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کے یہ الفاظ، مروی ومنقول ہیں:

قُوْلُوْا لِاَهْلِ الْبِدَعِ: بَیْنَنَا وَبَیْنَکُمْ یَوْمَ الْجَنَائِزِ۔

یعنی، بدمذہبوں سے کہہ دو کہ ہمارا تمہارا فیصلہ، جنازہ کے دن ہوجائے گا"۔

حضرت ازہری میاں کا وصال، ملک وملت اور سَوادِ اعظم اہلِ سنّت وجماعت کے لیے ایک ایسا نقصانِ عظیم ہے، جس کی تلافی کی صورت، مستقبل قریب میں، نظر نہیں آتی۔

اللہ ربُّ العِزّت، آپ کی قبرِ مبارک پر، اپنی رحمتوں کی بارش برسائے۔ اور آپ کے درجات، بلند فرمائے۔ آمین! آمین! یارب العالمین

بِحَقِّ نَبِیِّکَ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ
وَاَصْحَابِہٖ اَفْضَلُ الصَّلٰوۃِ وَالتَّسْلِیْمِ۔

OOO

یٰسین اختر مصباحی	مؤرخہ
دارالقلم، ذاکر نگر، نئی دہلی	۲۰؍ذی قعدہ ۱۴۳۹ھ
فون:۔ 9560848408	۳؍اگست ۲۰۱۸ء
935090937	بروز، جمعہ مبارکہ

ای میل: misbahi786@gmail.com

☆☆☆

محرم الحرام کے اعمال

(شیخ سجاد حسین رضوی)

جب چاند دیکھے تو یہ دعا پڑھے: اَللّٰھُمَّ اَھِلَّہٗ عَلَیْنَا بِالْیُمْنِ وَ الْاِیْمَانِ وَالسَّلَامَۃِ وَالْاِسْلَامِ وَالتَّوْفِیْقِ لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی رَبِّیْ وَرَبُّکَ اللّٰہُ۔

سرورِ کائنات ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ ماہ محرم الحرام بہت ہی بابرکت مہینہ ہے اور شب عاشورہ نیز یوم عاشورہ کی عبادت بے حد افضل ہے۔ حضور پاک ﷺ نے فرمایا ہے کہ محرم کا چاند دیکھ کر چار بار سورۃ الاخلاص پڑھ کر اپنے اوپر دم کرنا بہت افضل ہے۔

اوّل شب بعد نماز عشاء آٹھ رکعت نماز چار سلام سے پڑھے اور ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ اخلاص گیارہ گیارہ دفعہ پڑھے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ اس نماز کی برکت سے روز قیامت اللہ تعالیٰ اس نماز پڑھنے والے اور اس کے گھر والوں کی شفاعت فرمائے گا۔

محرم کی پہلی شب سے شب عاشورہ تک روزانہ بعد نماز عشاء ایک سو مرتبہ کلمہ توحید پڑھنا واسطے بخشش گناہ بہت افضل ہے۔ پہلی شب سے شب عاشورہ تک روزانہ بعد نماز عشاء اوّل و آخر مع درود شریف کے ایک سو دفعہ یہ دعا پڑھنی افضل ہے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○ اَللّٰھُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَیْتَ وَ لَا مُعْطِیَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا رَآدَّ لِمَا قَضَیْتَ وَلَا یَنْفَعُ ذَالْجَدِّ مِنْکَ الْجَدُّ۔

نفل نماز پہلی تاریخ محرم الحرام

پہلی تاریخ بعد نماز ظہر دو رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ اخلاص 13 بار دوسری رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ اخلاص 12 مرتبہ پڑھے، پھر سلام کے بعد یہ دعا مکرم ایک مرتبہ پڑھے:

اَللّٰھُمَّ اَنْتَ اللّٰہُ الْاَبَدُ الْقَدِیْمُ ھٰذِہٖ سَنَۃٌ جَدِیْدَۃٌ اَسْئَلُکَ فِیْھَا الْعِصْمَۃَ مِنَ

الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ وَالْاِمَانَ مِنَ الشَّيْطَانِ الْجَابِرِ مِنْ شَرِّ كُلِّ ذِىْ شَرٍّ وَ مِنَ الْبَلَاءِ وَالْاٰفَاتِ وَ اَسْئَلُكَ الْعَوْنَ وَالْعَدْلَ عَلٰى هٰذِهِ النَّفْسِ الْاَمَّارَةِ بِالسُّوْءِ وَ الْاِشْتِغَالِ بِمَا يُقَرِّبُنِىْ اِلَيْكَ يَابَرُّ يَارَءُوْفُ يَا رَحِيْمُ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ۔

ترجمہ: ''اے اللہ! تو ایسا ہے۔ جس کی نہ ابتداء ہے نہ انتہا ہے، یہ نیا برس ہے، تجھ سے پناہ مانگتا ہوں اس برس میں نگہبانی، شیطان راندے ہوئے سے اور امان ظالم بادشاہ سے اور ہر شریر کے شر سے، بعد بلاؤں اور آفتوں سے۔ اور پناہ مانگتا ہوں تجھ سے، مدد اور انصاف اس نفس پر جو برائی سکھاتا ہے اور مانگتا ہوں، مشغول ہونا اس چیز میں جو مجھ کو نزدیک کرے تیری طرف۔ اے بزرگی اور انعام والے!

اللہ تعالیٰ اس نماز اور دعا پڑھنے والے کے تمام گناہ معاف فرمائے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ چوہ دنیا سے ایمان کی حالت سے اٹھایا جائے گا۔

نفل نماز شب عاشورہ

عاشورہ کی شب بعد نماز عشاء چار رکعت نماز دو سلام سے پڑھے، ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد آیۃ الکرسی تین تین دفعہ، سورۂ اخلاص دس دس دفعہ پڑھے۔ بعد سلام کے سورۂ اخلاص ایک سو مرتبہ پڑھ کر اپنے گناہوں کی توبہ کرے اور اللہ پاک سے بخشش طلب کرے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ! خداوند کریم اپنی رحمت کاملہ سے اس نماز کے پڑھنے والوں کے تمام گناہ معاف فرمائے گا۔

شب عاشورہ

بعد نماز عشاء آٹھ رکعت نماز چار سلام سے پڑھے، ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ اخلاص 25،25 مرتبہ پڑھنی ہے۔ پھر بعد سلام کے درود شریف ستر مرتبہ، استغفار ستر مرتبہ پڑھ کر دعائے مغفرت کرے۔ اللہ رب العزت اس نماز پڑھنے والوں کی قبر کو روشن کر کے عذاب قبر سے محفوظ کرے گا۔ اور بروز حشر اسے مغفرت عطا ہوگی ان شاء اللہ

عاشورہ کی شب نماز عشاء کے بعد چار رکعت نماز نفل دو سلام سے پڑھے، سورۂ فاتحہ کے بعد ہر رکعت میں آیت الکرسی تین تین مرتبہ پڑھے، بعد سلام کے سورۂ اخلاص ایک

سو مرتبہ پڑھے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ، اللہ تعالیٰ اس نماز کے پڑھنے والے کو بہشت میں ہر موسم کی نعمت عطا فرمائے گا۔

یوم عاشورہ

عاشورہ کے دن بعد نماز فجر بعد طلوع آفتاب کے دو رکعت نماز پڑھے، ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد جو بھی سورۃ یاد ہو، پڑھے۔ یوم عاشورہ کسی وقت باوضو ہو کر ستر مرتبہ پڑھے ''حسبی اللّٰہ و نعم الوکیل'' مغفرت گناہ کے لئے یہ وظیفہ پڑھنا بہت افضل ہے۔

عاشورہ کے دن چار رکعت نماز ظہر سے پہلے پڑھے۔ ہر رکعت میں بعد سورۂ فاتحہ کے سورۂ زلزال ایک بار، سورۃ الکافرون ایک بار، سورۂ اخلاص ایک بار۔ بعد سلام کے ستر مرتبہ درود شریف پڑھ کر اپنے گناہوں سے توبہ کرے، ان شاء اللہ تعالیٰ خداوند قدوس اس نماز کے پڑھنے والے کے تمام گناہ معاف فرمائے گا۔

ماہ محرم الحرام کے مشہور واقعات

اس مہینہ میں یوم عاشورہ بہت معظم دن ہے۔ یعنی دس محرم کا دن۔ اس میں مندرجہ ذیل بڑے بڑے واقعات رونما ہوئے: (۱) فرعون اور اس کا لشکر غرق ہوا۔ (۲) سیدنا حضرت آدم علیہ السلام کی سہو مبارک کی معافی ہوئی۔ (۳) سیدنا حضرت یونس علیہ السلام کی قوم کی توبہ قبول ہوئی۔ (۴) سیدنا حضرت نوح علیہ السلام کشتی سے سلامتی کے ساتھ اترے اور شکریہ کے طور پر روزہ رکھا اور دوسروں کو روزہ رکھنے کا حکم دیا۔ (۵) بنی اسرائیل کے لئے دریا پھاڑا۔ (۶) سیدنا حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی ولادت باسعادت ہوئی۔ (۷) سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت ہوئی۔ (۸) سیدنا یوسف علیہ السلام قید سے باہر تشریف فرما ہوئے (۹) سیدنا حضرت یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ سے باہر تشریف لائے۔ (فیض القدیر شرح جامع صغیر للمناوی، جلد سوم، ص ۳۴) (۱۰) سیدنا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ولادت شریف ہوئی۔ (۱۱) سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام پر نار نمرود گلزار ہوئی۔ (۱۲) سیدنا حضرت ایوب علیہ السلام کی بینائی واپس

آئی۔(۱۴) سیدنا حضرت یوسف علیہ السلام کنوئیں سے باہر تشریف لائے۔(۱۵) سیدنا حضرت سلیمان علیہ السلام کو بادشاہی سے نوازا گیا۔(۱۶) سیدنا حضرت موسیٰ علیہ السلام جادوگروں پر غالب آئے ۔(عجائب المخلوقات صفحہ ۴۴)(۱۷) سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے مرتبہ شہادت حاصل کیا۔(۱۸) قیامت اسی دن آئے گی ۔(۱۹) رب العالمین نے عرش پر اپنی شان کے مطابق استواء فرمایا۔(۲۰) پہلی بارش آسمان سے نازل ہوئی ۔(۲۱) اللہ تعالیٰ نے کرسی کو پیدا فرمایا۔(۲۲) اللہ تعالیٰ نے قلم کو پیدا فرمایا۔(۲۳) آسمانوں کو پیدا فرمایا۔(۲۴) سیدنا حضرت ادریس علیہ السلام کو جنت کی طرف اٹھایا گیا۔(۲۵) پہاڑوں کو پیدا کیا۔(۲۶) سمندروں کو پیدا فرمایا۔(غنیۃ الطالبین جلد دوم، صفحہ ۵۳)۔(۲۷) عاشورہ کے دن اصحاب کہف کروٹیں بدلتے ہیں۔ (نزہۃ المجالس، جلد اوّل، صفحہ ۱۴۵)

ماہ محرم میں شہادت اہل بیت، وصال صحابہ کرام ومشائخ عظام و بزرگان دین

یکم محرم الحرام 24ھ: شہادت سیدنا عمر فاروق خلیفہ ثانی رضی اللہ عنہ۔2 محرم الحرام 200ھ: وصال سیدنا شیخ معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ۔4 محرم الحرام 111ھ: وصال سیدنا شیخ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ۔5 محرم الحرام 664ھ: وصال سیدنا بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ۔7 محرم الحرام 186ھ: وصال سیدنا فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ۔10 محرم الحرام 61ھ: شہادت سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام و رفقاء واقارب اہل بیت۔ 13 محرم الحرام 1402ھ: وصال مفتی اعظم شاہ مصطفیٰ رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ۔ 14 محرم الحرام 1198ھ: وصال حضرت سیدنا شاہ ہند حمزہ مارہروی رحمۃ اللہ علیہ۔18 محرم الحرام 94ھ: وصال حضرت سیدنا امام زین العابدین علی بن حسین رضی اللہ عنہ۔19 محرم الحرام 853ھ: وصال حضرت سید احمد جیلانی رحمۃ اللہ علیہ۔28 محرم الحرام 808ھ: وصال حضرت سید اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ علیہ

☆☆☆